تحقیقات

حصہ دوم

فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری

دامت برکاتہم العالیہ صدر شعبۂ افتاء، جامعہ اشرفیہ مبارکپور

اور

حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی مصباحی زید مجدہم

نائب مفتی واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

ناشر

دائرۃ البرکات

کریم الدین پور، برکات نگر، قصبہ گھوسی ضلع مئو (یوپی)

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ الآیۃ
جو تم پر زیادتی کرے اس پر تم بھی اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے کی ہے
محتسب خم شکست من سر او
سن بالسن والجروح قصاص
محتسب نے گھڑا توڑا میں نے اس کا سر دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے زخم۔

برسہا برس سے دیوبندی رفتہ رفتہ اپنی اصل کی طرف لوٹنے کے لئے غیر مقلدیت اختیار کرتے جا رہے ہیں اور مذہب احناف پر پوری توانائی سے کیچڑ اچھال رہے ہیں اس کے لئے مطالعہ کیجئے

تحقیقات

حصہ دوم

از

فقیہ ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی شارح بخاری
دامت برکاتہم القدسیہ صدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور
اور
حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی مصباحی نائب مفتی
و استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور زید مجدہم

ناشر
دائرۃ البرکات۔ کریم الدین پور۔ برکات نگر گھوسی ضلع مئو

تعارُف

نام کتاب ______ تحقیقات ۔ حصہ دوم

مؤلفین ______ شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی دامت برکاتہم القدسیہ

و

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صاحب زید مجدھم

مصحح مفتی محمد نسیم مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

کاتب ______ ایم اے بستوی

قیمت ______

ملنے کے پتے

اہلسنت کے ہر کتب خانے سے مل سکتی ھے

۱۔ المجمع الاسلامی مبارکپور ۲۔ المجمع المصباحی مبارکپور اعظم گڑھ

۳۔ حق اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ ۴۔ رضوی کتاب گھر مٹیا محل جامع مسجد دہلی

۵۔ فاروقیہ بکڈپو مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶۔ مکتبہ جام نور 〃 〃

۷۔ مکتبہ نعیمیہ 〃 〃 ۸۔ کتب خانہ امجدیہ گاندھی نگر شہر بستی

۹۔ قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ نومحلہ۔ بریلی شریف۔ یوپی ۱۰۔ نیو سلور بک ایجنسی محمد علی بلڈنگ بھنڈی بازار بمبئی

عنوانات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

یہ سب کو معلوم ہے کہ وہابی مذہب کی بنیاد ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی اور تقویۃ الایمان لکھ کر اس میں وہابی عقائد کی بنیادی باتیں تحریر کر دیں جس کا رد اسی عہد میں علمائے اہل سنت نے بڑے شد و مد سے کیا۔
تقویۃ الایمان کے رد میں اسماعیل دہلوی کے معاصر علمائے اہلسنت نے متعدد کتابیں لکھیں جس کی فہرست تحقیق الفتویٰ کے آخر میں موجود ہے جس کے نتیجے میں وہابیت قریب قریب ختم ہو چکی تھی۔ دلی میں مولوی نذیر حسین سورج گڈھی مونگیری نے دورۂ حدیث کے بہانے اپنے گرد طلبہ کی بھیڑ اکٹھا کر لی۔ اپنے اسباق میں وہ وہابیت کے ساتھ غیر مقلدیت کا بھی زہر گھول کر پلایا کرتے تھے۔

چونکہ دلی اس عہد میں اہم علماء کا مرکز تھا۔ بکثرت مدارس تھے جن میں منتخب روزگار علماء درس دیا کرتے تھے اسلئے پورے ہندوستان سے تحصیل علم کا شوق رکھنے والے دلی پہنچتے تھے۔ مگر کسی مدرسہ میں صرف حدیث پڑھانے کا التزام نہ تھا میاں نذیر حسین صاحب نے صرف حدیث پڑھانے کا شغل شروع کیا۔ احادیث کی کشش طلبہ کو ان کے یہاں پہنچا دیتی تھی جس سے وہ فائدہ اٹھا کر وہابیت اور غیر مقلدیت کی خفیہ خفیہ تعلیم دیتے رہتے جس کے نتیجہ میں بہت سے سنی حنفی گھرانوں کے بچے میاں نذیر حسین صاحب مذکور کی تعلیم کے اثر سے وہابی غیر مقلد ہو گئے۔

مگر یہ کام بہت خفیہ خفیہ ہوتا تھا۔ اس کا اثر فوری طور پر عوام تک نہیں پہنچا۔ جب میاں صاحب کے غیر مقلد مولوی اپنے اپنے وطن گئے یا اپنے دوسرے ٹھکانوں پر گئے تو انہوں نے وہابیت غیر مقلدیت پھیلانی شروع کی۔ جس کے نتیجہ میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں غیر مقلدیت کا زہر پھیل گیا۔ غیر مقلدین کے کئی مدرسے قائم ہو گئے۔

دوسری طرف ۱۲۸۳ھ میں جب دار العلوم دیوبند قائم ہوا تو وہابیت دیوبندیت کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آئی۔ مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہم دار العلوم دیوبند کی آڑ میں حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر وہابیت پھیلاتے رہے۔ اور وہابی عقائد کی نشر و اشاعت میں دیوبند کے فارغین ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ابتداءً دیوبندیت کی اشاعت نجی مجلسوں میں خفیہ خفیہ کرتے رہے۔ وہابیت کی تائید میں فتوے دیتے رہے۔ چھوٹے موٹے رسائل لکھتے رہے جس پر علمائے اہل سنت نے دیوبندیوں کا سخت رد زبانی بھی، تحریری بھی فرمایا۔

چونکہ اس کے قبل دینی تعلیم کے لئے کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا جہاں سارے علوم کی تعلیم باقاعدگی کے ساتھ دی جاتی جہاں طلبہ کے قیام وطعام کا بندوبست ہوتا۔ دلی میں طلبہ کا یہ حال تھا کہ کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوتا پھر ایک کتاب صبح کو کسی کے یہاں ہوتی دوسری کتاب شام کو کہیں اور ہوتی۔ استاذ کا موڈ آیا تو پڑھایا اور موڈ نہیں آیا تو رخصت کر دیا۔ انگریزوں کا جب دلی پر قبضہ ہو گیا تو انہوں نے عربک کالج قائم کیا جس میں باقاعدہ نظم وضبط کے ساتھ درس نظامی کی تعلیم ہونے لگی۔ اس کالج میں قاسم نانوتوی صاحب نے بھی کچھ دن تک پڑھا ہے۔ اسی کالج کے پڑھے ہوئے دیوبند کے حقیقی بانیوں میں مولوی فضل الرحمٰن، مولوی ذوالفقار علی بھی ہیں جو مدت العمر گورنمنٹ کے ملازم اور پنشن خوار رہے اور اسی کالج کے پڑھے ہوئے مولوی محمد یعقوب، نانوتوی بھی ہیں جو دار العلوم دیوبند کے صدر مدرس بھی رہ چکے ہیں۔ مولوی فضل الرحمٰن اور مولوی ذوالفقار علی نے عربک کالج کے نظم وضبط کے مطابق دیوبند میں دار العلوم قائم کیا۔ دیوبند چونکہ دلی سے قریب تھا اور علمائے

دیوبند کی وہابیت ظاہر بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے دلی سے طلبہ کی فوج دیوبند پہنچنے لگی انہوں نے دیکھا کہ دلی کی بہ نسبت یہاں آسائش بھی اور ایک ہی جگہ رہ کر اطمینان سے پڑھنا بھی ہے تو ان کا رجوع دیوبند کی طرف ہوگیا۔

دیوبند جانے والے طلبہ بھی کے سبھی سنی صحیح العقیدہ ہوتے اور دیوبند کے مدرسین کو سنی صحیح العقیدہ سمجھ کر دیوبند پڑھنے جاتے اور دیوبند کے چالاک وہابی مدرسین کی تعلیم و تلقین سے اکثر وہابی ہو کر نکلتے۔ جب دیوبندی مذہب کے بانیوں نے دیکھ لیا کہ ہماری ہمنوا ایک فوج تیار ہو چکی ہے تو ان لوگوں نے اپنے وہابی عقائد کی بنیادی کتابیں لکھیں۔ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان وغیرہ لکھ کر چھاپیں، جس پر جگہ جگہ علمائے اہلسنت نے ان لوگوں کا رد کیا، کتابیں لکھیں مناظرے کئے، لیکن یہ سیلاب نہیں تھما۔

جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ منصب ارشاد وہدایت پر جلوہ گر ہوئے تو انہوں نے وہابیوں خصوصاً دیوبندیوں کی بیخ کنی میں پوری توانائی صرف کی جس کے اثر سے پورے ہندوستان میں دیوبندیت تنگی ہوگئی۔ اگر دیوبندیوں میں دین ہوتا اور خود ان کو اس کا یقین ہوتا کہ ہمارا مذہب سچا ہے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتابوں کا جواب دیتے۔ ناظرین کو حیرت ہوگی کہ قریب قریب پانچ سو کتابیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی رد وہابیہ میں ہیں۔ مگر کسی ایک کتاب کا بھی جواب کسی ایک دیوبندی سے آج تک نہیں ہو سکا۔

مگر عوام میں اپنا بھرم رکھنے کے لئے اب وہ یہ کر رہے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتابوں سے ایسے مسائل چھانٹ چھانٹ کر اچھالتے ہیں جس پر ناواقف عوام بھڑک جائیں اگرچہ وہ مسائل خود دیوبندیوں کی کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ دیوبندی اکابر خود اس کو لکھ چکے ہیں اور فقہ حنفی کی کتابوں میں ان کی تصریح موجود ہے۔ مثلاً دیوبندیوں کے امام مولوی عبد الشکور کاکوروی اپنی کتاب علم الفقہ میں لکھتے ہیں۔

" حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے (یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو و غسل اس سے درست۔

(جلد اول ص۹)

علاوہ ازیں یہ مسئلہ فقہ حنفی کی دسیوں بنیادی کتابوں میں مذکور ہے مثلاً خلاصہ خانیہ، غنیہ، کبیری، صغیری، بدائع صنائع، درمختار وغیرہ۔

لیکن اسی مسئلہ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ میں لکھ دیا تو برسہا برس سے دیوبندی مولوی اس کا مسخر کر رہے ہیں۔ ماہواری رسالوں میں چھاپ رہے ہیں۔ ان سب باتوں سے ان کا مقصود صرف یہ ہے کہ عوام کو ان فروعی مسائل میں الجھائیں اور مسئلہ تکفیر کی طرف ان کی توجہ نہ ہو۔

چونکہ جامعہ اشرفیہ کا تعلق پوری دنیا کے مسلمانوں سے ہے اس لئے جگہ جگہ سے اس سلسلہ میں سوالات ہمیشہ آتے رہتے ہیں اس لئے میں نے ضروری جانا کہ ان سب مسائل پر بقدر ضرورت روشنی ڈال دی جائے۔ باوجود عدیم الفرصتی کے میں نے عزیزم مولانا مفتی محمد نسیم سلمہٗ کے تعاون سے لکھنا شروع کیا۔ پھر معلوم ہوا کہ جناب مولانا مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم کے پاس دکن سے بھی کبھی اس سلسلہ میں کچھ سوالات آئے تھے اور انہوں نے ان کے بہت مدلل مفصل مسکت جوابات لکھے تھے۔

قصہ یہ ہوا کہ صوبہ کرناٹک کے مشہور شہر شیموگہ سے دیوبندیوں کا ایک ہفت روزہ اخبار "ندائے عرفات" کے نام سے نکلتا ہے اور مودودیوں کا ایک "صدائے سحر" کے نام سے۔ ان اخبارات میں مستقل عنوان "شاخسانہ" چھپتا ہے جو مستقل طور پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر افترار، بہتان، لعن طعن کرنے کے لئے مخصوص ہے۔

ندائے عرفات مورخہ ۲۰/۹/۱۹۷۹ء اور ۲۷/۹/۱۹۷۹ء کے چند اقتباسات

جناب مولانا ثناء اللہ صاحب صدر المدرسین مدرسہ رضویہ زینت العلوم جامع مسجد موڈگیرا ضلع چک منگلور اور مدرسہ ہذا کے اراکین نے جناب مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب زید مجدہم کے پاس بھیجے تھے جس کے جواب میں انہوں نے بڑی عرق ریزی سے پورا رسالہ تحریر کر دیا تھا لیکن وہ کسی وجہ سے اب تک چھپ نہیں سکا جب مجھے اس کا علم ہوا تو جن شبہات کے جوابات میں لکھوا چکا تھا وہیں رک گیا اور جن کے جوابات لکھوا نہیں پایا تھا ان کو اس کے لئے مفتی صاحب موصوف کے تحریر کردہ جوابات کو اس کتاب میں شامل کر دیا۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل مسلمانان اہل سنت کو اس سے نفع دے اور وہابیوں کے شرور و فتن سے محفوظ رکھے اور عزیز موصوف جناب مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب زید مجدہم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی صحت، قوت، علم، فضل کو مزید در مزید فرمائے۔ آمین

محمد شریف الحق امجدی
خادم افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ
یکم شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ ـــــ مطابق ـــــ ۲۱ نومبر ۱۹۹۸ء

حرمین پر کافر کی حکومت

وہابیوں کے تمام فرقے دیوبندی، غیر مقلد، مودودی جب دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو نجدیوں کا ہے اگر ہم کافر تو نجدی بھی کافر، اور حدیث میں ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں کی حکومت نہیں ہوگی۔ تو اس لئے ثابت کہ نجدی کافر نہیں۔ ہم اور وہ دونوں ہم عقیدہ ہیں اس لئے ہم بھی کافر نہیں۔ اس پر مندرجہ ذیل گذارشات ہیں۔

اولاً ـــــ تمام وہابی دیوبندیوں اور غیر مقلدین، مودودیوں کو عام چیلنج ہے کہ وہ دکھا دیں کہ یہ حدیث کہاں ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں کی حکومت نہیں ہوگی۔ سارے وہابی مرتے مرجائیں گے مگر یہ حدیث کہیں نہیں دکھا سکتے یہی دلیل ہے کہ ان گمراہوں کو جب کہیں پناہ نہیں ملتی تو اپنے آپ کو بچانے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں اور انہیں بشارت ہو کہ جھوٹ باندھ کر ان سب نے اپنا ٹھکانا جہنم بنایا۔ مشہور حدیث ہے جسے بہت سے علماء نے متواتر بھی کہا ہے صرف بخاری میں پانچ صحابی سے مروی ہے کہ فرمایا من کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

ثانیاً ـــــ دیوبندیوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے کفری عقائد پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے عوام کو مطمئن کرنے کے لئے مسلسل افتراء و بہتان کرتے رہتے ہیں حتیٰ کہ جھوٹی حدیثیں بھی گڑھ کر پھیلاتے ہیں بلکہ کبھی کبھی ایسی باتیں بھی کہہ جاتے

ہیں جو خود ان کے بڑے بوڑھوں کے خلاف ہوتی ہے۔ آیئے ہم بانی دیوبندیت جناب گنگوہی صاحب کی تصریح دکھائیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ عرب میں کفرو شرک پھیلے گا ایک حدیث ہے۔ ان الشیطان قد یئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب: شیطان اس سے مایوس ہوگیا کہ نمازی اسے جزیرۃ العرب میں پوجیں۔ اور مشکوٰۃ ہی میں ایک دوسری حدیث ہے کہ فرمایا۔

لاتقوم الساعۃ حتی تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصۃ وذو الخلصۃ طاغیۃ دوس التی کانوا یعبدون فی الجاھلیۃ۔ ص۴۸۱

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دوس کی عورتیں ذوالخلصہ کے گرد ناچ نہ لیں گی ذوالخلصہ قبیلۂ دوس کا بت تھا جسے وہ جاہلیت میں پوجتے تھے۔

بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض تھا، بانی دیوبندیت گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ اس کی توجیہہ کیا ہے انہوں نے فرمایا۔

"شیطان نے جو قوت اسلام اور رسوخ مسلمین دیکھا تو مایوس ہوگیا کہ مسلمون ہرگز شرک نہ کریں گے بلکہ اس سے یاس ہوئی مصلین یعنی مسلمین سے نہ کہ کفار سے دیکھو حضرت ابلغ البلغاء کے کلام کو کہ مسلمانوں سے یاس شیطانی فرمائی نہ وجود شرک سے اور شیطان کی بقاء توقع کفار میں باقی رکھی، اول تو ظاہر ہے کہ یاس کو عدم الوقوع لازم نہیں تو کیا ضرور ہے کہ شیطان کی یاس کو عدم الشرک لازم ہو۔ کمال قوت دیکھ کر مایوس ہوا مگر انجام وہ قوت نہ رہے رفتہ رفتہ وہ نوبت پہنچے کہ فقط کلمہ بھی باپ دادا کے سنے سنائے پڑھیں کوئی نہ جانے کہ کیا چیز ہے۔ جب سائل نے قوت اسلام اور وضوح دلائل اسکے دیکھے تو پوچھا کہ بعد آپ کے ایسا ہی حال رہے گا یا مثل یہودی اور نصرانی کے آپ کی امت اجابت میں شرک ہو جائے گا تو حضرت نے فرمایا کہ شرک جلی تو نہ ہوگا البتہ خفی آجاوے گا اور جو شخص مرتد ہوا اجابت کی

شان سے نکل گیا۔ اور جب ریح چلے گی تو اس سے سب مسلمان مرجاویں گے اس کے بعد بت پرستی عرب میں شروع ہووے گی۔ تو وہ لوگ بھی امت اجابت نہیں، ہاں امت دعوت ہیں کہ سوال سے خارج ہیں۔ ہاں اہل ہوا کا خدشہ رہا سو یا بطور محدثین کافر کہو یا بطور متکلمین فاسق"۔

(تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۱۶۰-۱۶۱)

ناظرین غور کریں گنگوہی صاحب نے بڑی صفائی کے ساتھ قبول کر لیا کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ شیطان مایوس ہوگیا مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ عرب میں شرک واقع نہ ہو پھر بعد میں تصریح کر دی کہ ایک وقت آئے گا عرب میں بت پرستی پھیلے گی اور بد مذہب عرب میں بھی پیدا ہوں گے۔

ثالثاً ـــــــ یہ کہنا کہ حرمین طیبین پر کافر کی حکومت نہ ہوگی واقعے کے خلاف ہے سب کو معلوم ہے کہ حرمین طیبین پر یزید کی حکومت تھی جب کہ یزید کو امام احمد بن حنبل اور دوسرے بہت سے ائمہ و علماء نے کافر کہا ہے اگرچہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں سکوت فرمایا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے۔

قال ابن ھمام فاختلف فی اکفار یزید قیل نعم یعنی لما روی عنہ ما یدل علی کفرہ من تحلیل الخمر ومن تفوھہ بعد قتل الحسین واصحابہ انی جازیتھم بما فعلوا باشیاخ قریش وصنادیدھم فی بدر و امثال ذالك ولعلہ وجہ ما قال الامام احمد بتکفیرہ لما ثبت عندہ نقل وقیل لا اذ لم یثبت لنا تقریرہ عنہ

امام ابن ہمام نے کہا یزید کو کافر کہنے میں اختلاف کیا گیا ایک قول یہ ہے کہ وہ کافر ہے کیوں کہ اس سے وہ باتیں مروی ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں مثلاً شراب کو حلال جاننا اور حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے بعد اس کا یہ بکنا کہ میں نے اس کا بدلہ لے لیا جو ان لوگوں نے قریش کے سرداروں کے ساتھ بدر میں کیا تھا اور اس کے مثل اور بھی باتیں ہیں۔ امام احمد نے جو اس کو کافر کہا شاید

تلك الاسباب الموجبة ای لكفره وحقيقة الامر المتوقف فيه ص۸۸

اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا ثبوت شرعی ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ اسکو کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک وہ اسباب جو کفر کو واجب کرنیوالے ہیں ثابت نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اسکے بارے میں توقف کیا جائے۔

یزید کے بارے میں یہی فتویٰ بانیٔ دیوبندیت گنگوہی صاحب کا بھی ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۹)

رابعًا ______ تاریخ کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے مصر کے عبیدی فاطمی بدترین قسم کے رافضی تھے۔ ان کی حکومت بھی تقریباً دو صدی تک حرمین طیبین پر رہی۔ ان خبثا میں حاکم بامر اللہ سب سے بدتر تھا اس نے یہ حکم دیا کہ جب خطبے میں میرا نام لیا جائے تو سب لوگ صف بستہ کھڑے ہو جائیں اس نے یہ حکم سارے ممالک میں دیا تھا حتیٰ کہ حرمین شریفین میں بھی اس کی خرد ماغی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اب سارے وہابی مل کر بتائیں کہ اگر ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ حرمین طیبین پر کسی کافر کی حکومت نہیں ہو سکتی تو عبیدی خبثا کی تقریبًا دو صدی تک کیسے حکومت رہی۔

خامسًا ______ کیا قرامطہ بھی وہابیوں کے ہم مذہب تھے۔ اور انکے زعم میں مسلمان جنہوں نے مکہ معظمہ فتح کیا کعبہ شریف سے حجر اسود اکھاڑ لے گئے بائیس سال تک کعبہ بغیر حجر اسود کے رہا۔ (البدایۃ والنہایہ ص۱۶۱ ج ۱۱)

سادسًا ______ بخاری وغیرہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يخرب الكعبة ذو السويقتين من الحبشة (ج اول ص ۲۱۶)

چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو برباد کرے گا۔

بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

گویا ٹانگیں پھیلا کر چلنے والے اس کالے حبشی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبے کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑے گا (جلد اول ص۲۱۷)

سابعًا ______ غالبًا یہ حبشی بھی وہابی ہوگا جو وہابی مذہب کے مطابق ٹنا ٹن مسلمان ہوگا۔ ان ابحاث سے ہٹ کر ہم کو یہ تحقیق کرنا ہے کہ نجدیوں کے عقائد کیا ہیں؟ دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب اپنے مشہور گالی نامے "الشہاب الثاقب" میں لکھتے ہیں

"صاحبو! محمد بن عبدالوہاب چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اہل سنت والجماعت سے قتل وقتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیال کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھتا رہا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا۔ اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ قوم نصاریٰ سے نہ قوم مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرض کہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہئے کہ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے کہ جتنی وہابیت سے

رکھتے ہیں۔ ص۴۳

دیوبندیو! اپنے شیخ الاسلام کے ارشادات عالیہ بغور سنو انہوں نے ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں کیا کیا لکھا ہے۔ —— وہ خیالات باطلہ رکھتا تھا، عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اہل سنت و جماعت کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا تھا۔ ان کے اموال کو مال غنیمت جانتا تھا۔ اہل حجاز خصوصاً اہل حرمین کو اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں جس کی تاب نہ لاکر بہت سے لوگوں کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ سلف صالحین اور ان کے متبعین کی شان میں گستاخ تھا وہ بالجبر لوگوں کو اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کرایا اہل عرب اس سے اتنا بغض رکھتے ہیں کہ اتنا بغض نہ یہود سے رکھتے ہیں نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔

اب چند سوالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ابن عبدالوہاب نجدی جو عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس کی رو سے وہ کافر تھا یا مسلمان؟ دیوبندی شیخ الاسلام صاحب نے تصریح کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا تھا۔ اس سے لازم کہ مسلمانوں کے قتل کو حلال جانتا تھا۔ اور اس پر اجماع ہے کہ مسلمان کے قتل کو حلال جاننا کفر ہے، جب کہ وہ مسلمان باغی، ڈاکو، قاتل نہ ہو، بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے۔

سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر۔ (بخاری ص۱۲ ج۱، مسلم ص۵۸ ج۱) — مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر۔

اس کی شرح میں تمام علماء نے بالاتفاق یہ لکھا کہ اگر مسلمان کے قتال کو حلال جان کر قتال کیا تو کافر ہے۔ علامہ نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

اما قتالہ بغیر حق فلا یکفر بہ عند اهل الحق کفرا یخرج بہ عن الملۃ الا اذا استحلہ، (ص۵۸ ج اول) — مسلمان سے بغیر حق کے قتال کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا مگر یہ کہ جب اسے حلال جانے۔

اب دیوبندی سوچیں ان کے شیخ الاسلام کے ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ نجدی کافر ہیں۔ مگر مزید اور آگے سنئے، اسی میں ہے۔

" محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک اور کافر ہیں ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال و جائز بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں (غیر مقلد) نے اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے"۔ (الشہاب الثاقب ص۴۵)

اس پر تو امت کا اجماع ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہنا تو بڑی بات ہے کسی ایک مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر، اور یہ خود حدیث میں مذکور ہے بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدہما ان کان کما قال والا رجعت علیہ۔ (بخاری ص۹۰۱ ج۲، مسلم ص۵۷ ج۱) — جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

جب ایک مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے تو سارے جہان کے مسلمانوں کو کافر کہنے والا نجدی تھوک کے حساب سے کافر ہے۔

دیوبندیوں کے یہی مایہ ناز بزرگ لکھتے ہیں۔

" شان نبوت و حضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانِ تبلیغ کی مانتے ہیں"۔ (الشہاب الثاقب ص۴۷)

اب مسلمان سوچیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخی کرنے والے بھی اگر مسلمان ہیں تو پھر دنیا میں کافر کون ہوگا؟ معمولی پڑھا لکھا مسلمان

بھی جانتا ہے کہ کسی نبی کی شان میں معمولی گستاخی کرنے والا یقیناً قطعاً کافر و مرتد ہے ۔ لیکن چونکہ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنا کوئی جرم نہیں کیونکہ ان کے مذہب میں یہ جرم ہوتا تو خود گستاخی نہ کرتے اسلئے سارے وہابی شان نبوت ورسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے نہایت گستاخ نجدیوں کو مسلمان مانتے ہیں ۔ مسلمان ہی نہیں اپنی تقریروں میں تو ان کو اللہ عزوجل کا محبوب مانتے ہیں ۔

ثامنًا ——— آپ لوگ کہتے ہو کہ حرمین طیبین پر کافروں کی حکومت نہیں ہوگی آپ لوگوں کے اس کہنے سے لازم آیا کہ ہم اہل سنت وجماعت حق پر ہیں ۔ اسلئے کہ ترکیوں کی حکومت حرمین طیبین پر تقریباً ڈھائی سو سال تک رہی اور ترکی عقیدے اور عمل میں ہمارے ساتھ ہیں جس کی دلیل حسام الحرمین اور الدولۃ المکیۃ کے علاوہ انوار ساطعہ اور تقدیس الوکیل عن توہین الخلیل والرشید پر اس وقت کے دونوں حرم کے چاروں مذہب کے مفتیان کرام اور چاروں مصلوں کے ائمہ اور دوسرے علمائے کرام کی تصدیقات ہیں اور سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہابیوں کے تینوں فرقوں کے مذہب میں مزارات پر گنبد بنانا حرام وگناہ ہے لیکن ترکیوں نے جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں اہم حضرات کے مزارات پر گنبد بنوائے تھے جسے نجدیوں نے ڈھادیا اور ترکی لوگ بہت دھوم دھام سے میلاد شریف کرتے تھے اور مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر سال پابندی سے ۱۲ ربیع الاول شریف شاہانہ اہتمام کے ساتھ میلاد شریف ہوتا تھا جس کا تذکرہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فیوض حرمین میں بھی کیا ہے انہوں نے لکھا ہے ۔

"۱۲ ربیع الاول شریف کی رات میں اس مقدس مکان میں جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے مجلس میلاد شریف منعقد ہوئی ۔ میں اس میں حاضر ہوا ۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے انوار اتر رہے ہیں ۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ انوار فرشتوں کے تھے ۔"

ترکی بزرگانِ دین کے تصرف کے قائل تھے اور ان سے بوقت حاجت استعانت کرتے تھے اور آج بھی ترکی وہابیوں نجدیوں کا شد و مد کے ساتھ رد کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ کتابیں چھاپ کر مفت پوری دنیا میں بانٹتے ہیں اس لئے وہابیوں دیوبندیوں کے عقیدے کے مطابق ترک بھی مشرک تھے مگر جب کہ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں مشرکوں کی حکومت نہیں ہوگی لیکن جبکہ حرمین طیبین پر ترکیوں کی ڈھائی سو سال تک حکومت رہی تو ثابت ہوا کہ ترکی کافر اور مشرک نہیں تھے ۔ اسی سے ثابت ہوگیا کہ مزارات پر قبہ بنوانا بزرگانِ دین سے استعانت کرنا میلاد اور قیام کرنا فاتحہ اور عرس کرنا نہ شرک ہے نہ کفر، نہ بدعت ہے نہ حرام بلکہ جائز و مستحسن ہے ۔

اب آیئے چند غیر جانبدارانہ شہادتیں نجدیوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں مولانا ابوالحسن زید صاحب فاروقی دہلوی مقامات خیر میں لکھتے ہیں ۔

" حجاز مقدس پر ہمچ نجدیوں کے تصرف کا تیسرا سال تھا ان لوگوں میں نہ علم ہے اور نہ تہذیب ، محمد بن عبدالوہاب کو یہ لوگ مانتے ہیں جو کچھ اس نے کہہ دیا ہے وہ بمنزلہ منزل من اللہ ہے ۔ اس کی علمیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم کے مسلمان مشرک ہیں اور ان کا قتل جائز ہے نجدیوں نے حجاز مقدس کے مقامات مقدسہ اور مزارات مبارکہ کی جو توہین کی یقیناً وہ شیطانی عمل ہے ۔ وہ مبارک مقام جہاں محبوب رب العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تھی اور جہاں خیزراں والدۂ ہارون نے سنہ ۱۶۰ھ میں مسجد شریف بنوائی تھی کوڑا ڈالنے کی جگہ بنائی گئی ۔"

نجدیوں کے فتنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے ۔ صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث شریف ہے ۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما	حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اللّٰھم بارك لنا في شامنا، اللّٰھم بارك لنا في يمننا، قالوا يا رسول الله وفي نجدنا فاظنه قال في الثالثة هنالك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان (مقامات خیر ص۲۶)	اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے اے اللہ ہمارے یمن میں برکت دے، کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں، میں گمان کرتا ہوں کہ تیسری مرتبہ میں فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں وہاں سے شیطان کے ساتھی نکلیں گے۔

تاسعًا ——— اگر اب بھی اطمینان نہ ہو تو اب اخیر میں علمائے دیوبند کا نجدیوں کے بارے میں اخیر فیصلہ سنئے مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے لکھا۔

"ہمارے نزدیک ان (نجدیوں) کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے۔ اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی۔ تاویل سے ان کا حکم باغیوں کا ہے۔ اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہلسنت اور علمائے اہلسنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی"۔ (المہند ص۱۸)

اس کتاب پر اس وقت کے تقریبًا تمام علمائے دیوبند کی تصدیقات ہیں۔ مثلاً تھانوی صاحب، مولوی محمود الحسن، مفتی عزیز الرحمن، مفتی کفایت اللہ وغیرہ وغیرہ۔ دیکھئے صاف تصریح ہے کہ نجدیوں کا حکم وہی ہے جو خوارج کا ہے اور خارجیوں کے گمراہ بددین ہونے پر اہلسنت کا اتفاق ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ دیوبندی علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نجدی اہلسنت سے خارج ضال مضل گمراہ بددین ہیں۔

دیوبندیو! اہلسنت کی نہیں سنتے نہیں مانتے تو اپنی جماعت کے اجماعی فیصلے پر تو ایمان

لاؤ!

نوشیرواں عادل نہیں تھا

الملفوظ حصہ چہارم ص۹ میں ہے۔

عرض:- نوشیرواں کو عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد:- نہیں۔ اگر اس کے احکام کو حق جان کر کہے کفر ہے ورنہ حرام۔

اس پر دیوبندی برادری میں بڑی کھلبلی ہے۔ بیچاروں کو اس کا بہت دکھ ہے کہ ان کے ایک چہیتے بادشاہ کو عادل کہنے سے منع کر دیا۔ بیچارے کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ولدت في زمن الملك العادل — میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا

کٹک کے مناظرے میں دیوبندی مناظر سے جب پوچھا گیا کہ یہ حدیث کہاں ہے تو اس نے بہت چھک کر بوستاں کے حاشیہ کا حوالہ دیا جب کتاب منگا کر دیکھی گئی تو وہ حاشیہ بھی کسی دیوبندی کا تھا۔ دیوبندی مناظر کو ذرا بھی شرم نہ آئی کہ اپنے مدعا کے ثبوت میں ایک دیوبندی کا قول پیش کیا یہ بالکل ایسے ہی ہوا کہ جیسے کوئی ہندو کہے کہ رام چندر جی ایشور کے اوتار تھے اور جب اس سے کوئی دلیل مانگی گئی تو اس نے کہا رامائن میں یہی لکھا ہے۔

ناظرین توجہ سے سنیں یہ حدیث موضوع باطل کسی ایرانی کی من گھڑت ہے۔

حضرت ملا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔

قال السخاوي لا اصل له قال الزركشي كذب باطل وقال السيوطي قال البيهقي في شعب الايمان تكلم شيخنا ابو عبد الله	سخاوی نے کہا اسکی کوئی اصل نہیں۔ زرکشی نے کہا کذب باطل ہے، سیوطی نے کہا کہ بیہقی نے شعب الایمان میں فرمایا کہ ہمارے

الحافظ بطلان مایرویہ بعض الجہلاء عن نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولدت فی زمن الملك العادل یعنی انوشروان (ص۷۹)

شیخ ابو عبداللہ حافظ نے اسکے باطل ہونے کو بیان فرمایا جو بعض جاہل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں بادشاہ عادل کے زمانے میں پیدا ہوا یعنی نوشیرواں ۔

علامہ ابوطاہر فتنی مجمع بحار الانوار کے تکملہ میں لکھتے ہیں ۔

لا اصل له ولا یجوز ان یسمی من یحکم بغیر حکم اللہ عادلاً (ص۲۱۹ ج خامس)

اس کی کوئی اصل نہیں جو شخص اللہ کے حکم کے خلاف حکم کرے اس کو عادل کہنا جائز نہیں

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں ۔

ونزد محدثین ایں صحیح نیست وچوں درست باشد وصف مشرک بعدل وحال آنکہ شرک ظلم عظیم است قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ومی گویند کہ مراد بعدل ایں جا سیاست رعیت وداد ستانی وفریاد رسی است کہ اہل عرف آں را عدل می خوانند اما جریان اسم عادل برزبان سید انبیاء (صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ بعید است ۔ (جلد دوم ص۲۲۴)

محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں اور مشرک کا وصف عدل کے ساتھ کیسے درست ہوگا حالانکہ شرک ظلم عظیم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شرک ضرور ظلم عظیم ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مراد عدل سے اس جگہ رعایا کی سیاست اور داد ستانی ہے اور فریاد رسی ہے کہ اہل عرف اس کو عدل کہتے ہیں لیکن عادل کا لفظ سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی زبان پر جاری ہونا بعید ہے ۔

ناظرین دیکھیں محدثین فرما رہے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں یہ جھوٹ باطل ہے صاف فرما رہے ہیں کہ نوشیرواں مجوسی مشرک کو عادل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے مگر دیوبندی ان سب تصریحات سے آنکھیں بند کر کے گلستاں کے اپنے مذہب کے ایک محشی پر اعتماد کر کے اس کو حدیث کہہ کر اپنا رہا سہا بھرم کھو رہے ہیں۔ بلکہ بنظر دقیق

اسے حدیث کہہ کر اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا رہے ہیں جیسا کہ ابھی حدیث گذری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے بلکہ ایک حدیث میں اس سے واضح تر ہے کہ فرمایا

من یکذب علیَّ مالم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النَّار

جس نے میری طرف منسوب کر کے وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ ولدت فی زمن الملك العَادل حدیث نہیں تو اس علم کے بعد جو شخص اسے حدیث کہے وہ یقیناً اس وعید کا مستحق ہے انیر میں ہم ایک بہت بڑے دیوبندی بزرگ دیوبندی ہی نہیں غیر مقلد بزرگ بھی جو بہ یک وقت دیوبندی بھی تھے اور غیر مقلد بھی تھے ۔ اور دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب کے مرید بھی تھے یعنی سلیمان ندوی صاحب کی تحقیق پیش کرتے ہیں شاید دیوبندیت اور غیر مقلدیت کے مجمع البحرین کی بات وہابی برادری مان لے۔ لکھتے ہیں۔

" ایرانیوں میں اس (نوشیرواں) کی عدل پروری اب تک مشہور ہے مگر اس کو یہ مبارک لقب اپنے عزیزوں اور افسروں اور ہزاروں بے گناہوں کے قتل کی بدولت ملا۔ (سیرۃ النبی ج ۴ ص ۱۶۴)

ہزاروں بے گناہوں کے قتل کا نام عدل مجوسی لغت کے ساتھ ساتھ دیوبندی لغت میں ہو سکتا ہے مگر دنیا کی کسی لغت میں نہیں ہو سکتا۔ دیوبندیو! تمہیں کچھ شرم نہیں آتی، ایسے ظالم کو عادل کہتے ہو اور عادل نہ کہنے پر فساد مچلتے ہو۔

دلھن کے پاؤں دھونے کا مسئلہ

فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۴۵۵ پر ہے۔

دلھن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھوکر پانی مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔

دیوبندی اس کو بیان کر کے زندگی بھر کے سیکھے ہوئے سارے کرتب دکھا ڈالتے ہیں۔ اور اکابر علمائے اہلسنت کا نام لے لے کر چیخ چیخ کر چیلنج کرتے ہیں کہ لاؤ دکھاؤ یہ کہاں ہے۔ اور یہ بھی مسخرہ پن کرتے ہیں کہ جب اس پانی سے برکت ہوتی ہے تو رضاخانی اسے تبرک کے طور پر اپنے گھروں میں لے جائیں نہیں۔

چونکہ فتاویٰ رضویہ میں حوالہ نہیں دیوبندی یہ جانتے تھے کہ عامہ کتب میں یہ ہے نہیں کوئی حوالہ کہاں سے نکلے گا۔ یہ بات ایک حد تک صحیح بھی تھی کیونکہ جس کتاب میں یہ مذکور ہے وہ نایاب تھی کہیں ملتی نہ تھی لیکن ماضی قریب میں استنبول میں شائع ہوئی اور اس کے کچھ نسخے ہندوستان میں بھی آئے۔ دیوبندیو! تم بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پڑھو اور اپنے مولویوں کی جہالت اور خیانت پر ماتم کرو۔

امامین جلیلین محمد بن ابی بکر امام زادہ اور یعقوب بن سید علی "شرعۃ الاسلام" اور اس کی شرح "مفاتیح الجنان" میں لکھتے ہیں۔

من السنۃ ان یغسل الزوج رجلیھا و یرش ذالک الماء فی زوایا البیت یدخل من ذالک الماء برکۃ ص ۴۴۷

سنت ہے کہ شوہر دلھن کے پاؤں کو دھووے اور اس پانی کو گھر کے کونوں میں چھڑک دے اس سے برکت آئے گی۔

فتاویٰ رضویہ میں صرف یہ تھا کہ یہ مستحب ہے اور ان دونوں کتابوں میں اسے

سنت کہا گیا ہے۔

دیوبندیو! اپنے کسی دارالافتاء سے پوچھو سنت کا تمسخر کرنے والے کا کیا حکم ہے یقین رکھو اگر زید و عمرو کے نام سے سوال کروگے تو دیوبندی دارالافتاء سے بھی وہی جواب آئے گا جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے دیوبندیوں کے بارے دیا ہے۔

دیوبندیت ایسی بیماری ہے کہ اس کا علاج، علاج بالمثل کے سوا کچھ بھی نہیں قرآن حکیم پڑھو اینٹھتے رہیں گے، حدیث پاک سناؤ منہ بسورتے رہیں گے ہاں اگر ان کے کسی حضرت جی کا ارشاد سناؤ تو گھر میں گھس جائیں گے۔

تھانوی جی کا ایک نسخہ

دیوبندی امت کے حکیم جی تھانوی صاحب بہشتی زیور حصہ ہفتم میں لکھتے ہیں۔

"اگر کسی کو نظر لگ جائے جس پر شبہہ ہو کہ اس کی نظر لگی ہے اس کا منھ اور دونوں ہاتھ کہنی سمیت اور دونوں پاؤں اور دونوں زانوں اور استنجا کا موقع (پیشاب پاخانہ کا مقام) کو دھلوا کر پانی جمع کر کے اس شخص کے سر پر ڈالو جس کو نظر لگی ہے اس کو شفا ہو جائے گی۔"

انصاف پسند حضرات غور کریں کہ "شرعۃ الاسلام" اور "مفاتیح الجنان" میں تو صرف یہ تھا دلھن کے دونوں پاؤں دھوئیں گھر کے کونوں پر چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔ اس پر دیوبندی اپنا سارا کرتب دکھاتے ہیں اور یہاں یہ ہے کہ صرف پاؤں ہی نہیں اس کے پیشاب کا مقام بھی دھوئیں اس کے پائخانے کا مقام بھی دھوئیں مریض کے سر پر ڈالیں اس کو شفا ہو جائے گی۔ اگر یہ بات ہماری کسی کتاب میں ہوتی تو دیوبندی نقال خوب خوب چک پھیریاں کرتے کرتب دکھاتے۔ جب دین نہیں، دیانت نہیں خدا کا خوف نہیں، رسول سے شرم نہیں، آخرت کے مواخذے کا اندیشہ نہیں تو پھر ڈر کا ہے کا۔ دیوبندیو! جب یہ پیشاب پائخانے کا دھوون آب شفا ہے تو تم اس کو گھروں میں لے جا کر رکھو، پیو پلاؤ، تقسیم کرو۔

دوسرا نسخہ اعمال قرآنی میں دیوبندی برادری کے انہیں حکیم جی نے امساک کے لئے یعنی عورت کے ساتھ دیر تک ہمبستری کرنے کے لئے یہ عمل لکھا ہے۔

"انگور کی پتی پر آیۃ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ الآیۃ لکھ کر ران پر باندھیں۔"

جس پتی یا کاغذ پر آیۃ کریمہ لکھی ہو اس کا چھونا جُنب تو جُنب ہے بے وضو کو بھی جائز نہیں۔ جب کہ ہمبستری سے وضو بھی ٹوٹے گا اور غسل واجب ہو گا۔ کتنی عمدہ دیوبندی تعلیم ہے۔ کہ لذت نفسانی کے لئے جی بھر کر قرآن مجید کی بے حرمتی کا سبق دیا جا رہا ہے۔

غوث وقت کی شان میں گستاخی

ابریز شریف ص۲۱ پر عارف باللہ حضرت سید احمد سجلماسی قدس سرہٗ نے اپنا یہ واقعہ لکھا ہے۔

میں نے ایک رات اپنی دونوں بیویوں کو ایک خواب گاہ میں اکٹھا کیا ان میں سے ہر ایک بچھونے پر تنہا سوئی اور میں ایک بچھونے پر تنہا سویا۔ ــــ اور گھر میں ایک بچھونا خالی رہ گیا جس پر کوئی نہیں سویا ــــ میں نے یہ گمان کر کے کہ دوسری بیوی سو رہی ہے ایک بیوی سے ہمبستری کر لی ــــ تھوڑی دیر سونے کے بعد یہ گمان کر کے کہ پہلی بیوی سو گئی ہے دوسری سے بھی ہمبستری کی ــــ اس کے بعد جب میں حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ــــ میں اکثر ان کی زیارت کو جاتا تھا اگرچہ وہ کتنی ہی دور ہوں، ایک دن جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے تفریح فرمانے لگے یہاں تک کہ فرمایا تم لوگ کیا کہتے ہو اس کے بارے میں کہ دو عورتوں کو ایک مکان میں جمع کرنا اور دونوں سے وطی کرنا کیسا ہے؟ ــــ

میں سمجھ گیا کہ انہوں نے مجھ سے جو سرزد ہوا ہے اس کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں میں نے عرض کیا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا ــــ تو فرمایا ــــ چوتھے بچھونے پر کون سویا تھا؟ میں نے عرض کیا سیدی میں نے گمان کیا تھا کہ دونوں سو رہی ہیں فرمایا نہ پہلی سوئی تھی اور نہ دوسری ــــ علاوہ ازیں یہ مناسب نہیں۔ اگرچہ دونوں سو رہی ہوں ــــ میں نے عرض کیا یا سیدی یہی مذہب ہے اور میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ الملفوظ حصہ دوم میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر دیوبندی انتہائی پھوہڑ پن کے ساتھ تنقید کرتے ہیں لیکن بے چارے بے علم یہ نہیں جانتے کہ یہ واقعہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا گڑھا ہوا نہیں بلکہ تصوف کی انتہائی معتبر کتاب ابریز میں لکھا ہوا ہے اس واقعہ پر دیوبندی یا کوئی اور اعتراض کرے تو حقیقت میں اس کا اعتراض عارف باللہ حضرت سید احمد سجلماسی اور غوث وقت حضرت سیدنا عبدالعزیز دباغ پر ہو گا۔ اب دیوبندی جتنا چاہیں اس پر پھکڑ بازی کریں۔

الملفوظ میں یہ ہے کہ جب حضرت سید احمد سجلماسی نے پوچھا کہ حضور کو کس طرح علم ہوا، فرمایا جہاں وہ سو رہی تھیں کوئی اور پلنگ بھی تھا عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا ــــ فرمایا اس پر میں تھا۔

چونکہ بعینہٖ یہی الفاظ ابریز شریف میں نہیں اس لئے جس طرح ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے، دیوبندی اس پر بہت اچھلتے کودتے ہیں لیکن یہ بھی ان کی جہالت یا شرارت ہے۔ یہ مضمون عبارت کے ردوبدل کے ساتھ ابریز شریف میں موجود ہے۔ حضرت سید احمد سجلماسی کے اس پوچھنے پر کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا حضرت شیخ نے فرمایا۔ "من نام علی الفراش الرابع"، چوتھے بچھونے پر کون سویا تھا؟ یہ استفہام تقریری ہے۔ اس کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ اس چوتھے فراش پر میں سویا تھا۔ ورنہ سوال و جواب میں مطابقت نہ ہوگی، وہ پوچھ رہے ہیں حضور کو کیسے معلوم ہوا اس کا جواب اسی وقت بنے گا کہ "من نام علی الفراش الرابع"، سے مراد یہ ہو کہ اس

خالی چوتھے بچھونے پر میں سویا تھا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ واقعات کے بیان کرنے میں الفاظ کا ردوبدل عام طور پر رائج ہے۔ اگر میں اس کی نظیر یں علمائے دیوبند کی کتابوں سے پیش کروں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

ناظرین کے اطمینان کے لئے ابریز شریف ہی سے اس قسم کا ایک اور واقعہ نقل کر دیتا ہوں۔ شیخ عبدالرحمٰن کہتے ہیں ـــــ میں شیخ کی زیارت کے لئے گیا جب بیٹھ گیا تو دریافت فرمایا۔ تونے اتوار کی رات میں کیا کیا۔ میں نے عرض کیا یا سیدی میں نے کیا کیا؟ فرمایا تو اپنی بیوی سے جماع کر رہا تھا۔ اور اپنے بچے کو بچھونے پر بٹھا رکھا تھا ـــــ کیا تونے یہ نہیں جانا کہ میں تیرے ساتھ موجود تھا۔ صـ۲۷

اب دیوبندی بولیں کیا کہتے ہیں یہاں صاف تصریح ہے کہ میں تمہارے ساتھ موجود تھا۔ ناظرین کے خلجان کو دور کرنے کے لئے عرض ہے کہ باطنی طور پر کسی ذات کا ہمارے پوشیدہ احوال کو دیکھنا عیب نہیں ـــــ کیا اللہ عزوجل ہمارے ہر ظاہر و پوشیدہ اعمال و افعال کو نہیں دیکھتا؟ کیا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا بے حیائی ہے؟ باطنی امور کو ظاہری امور پر قیاس کرنا جہالت بھی ہے شرارت بھی ہے اور گمراہی کا ذریعہ بھی۔

دیوبندیوں کے پیرانِ پیر کی کرامت

مگر میں جانتا ہوں کہ دیوبندی اب بھی خاموش نہیں رہیں گے ـــــ اس لئے ضروری ہے کہ ان کے علاج کے لئے ان کے نہاں خانہ خاص کا ایک راز فاش کر دوں۔ جس کا تعلق بانئ دیوبندیت گنگوہی صاحب اور ان کے پیر جی حاجی امداد اللہ صاحب سے ہے۔

ارواح ثلثہ صـ۲۹ پر ہے۔

" ایک دفعہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے ـــــ فرمایا ـــــ کہ

تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔"

اب دیوبندی بتائیں کہ جن تین سالوں میں جناب حاجی امداد صاحب کا چہرہ گنگوہی صاحب کے قلب میں رہا ان تین سالوں میں جب جب گنگوہی صاحب نے اپنی بیوی یا اپنے رفیقِ جانی نانوتوی صاحب سے ہم بستری کی حاجی صاحب ٹکر ٹکر دیکھتے رہے یا نہیں؟ صرف ٹکر ٹکر دیکھتے ہی نہیں رہے بلکہ جب گنگوہی صاحب کے قلب میں گھسے رہے تو ہم بستری کی لذت سے بھی لطف اندوز ہوتے رہے۔

سبحان اللہ! دیوبندی مذہب کتنا مزیدار ہے کہ ہم بستری کرے مرید اور لطف اندوز ہو مرید کے ساتھ پیر بھی۔

دیوبندیو! اگر تم پکے منافق نہیں آخرت کی پرسش پر ایمان ہے تو بولو حضرت شیخ احمد سجلماسی قدس سرہٗ کے واقعہ میں تصریح ہے کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کے شیخ یہاں تشریف فرما ہیں۔ اس پر دیوبندیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا، لیکن گنگوہی صاحب کو معلوم تھا کہ میرے پیر جی میرے دل میں ہیں اور میری ہر حرکت کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے ہیں۔ پھر بھی کبھی بیوی سے ہمبستری کرتے ہیں اور کبھی اپنے رفیقِ جانی نانوتوی صاحب سے۔ کبھی خواب میں کبھی بیداری میں۔ بولو کیا کہتے ہو۔؟

یہاں مزے کی بات یہ ہے کہ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے یعنی حضرت امداد سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی سے ہمبستری کرنی چاہی تو پوچھا۔ حضور! بیوی سے ہمبستری کروں کہ نہیں؟ اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب سے ہمبستری کرنی چاہی تو پوچھا۔ جب حضرت امداد نے بیوی سے ہمبستری کی اجازت دی تو بیوی سے ہمبستری کی۔ اور جب اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب سے ہمبستری کرنے کی اجازت دی تو نانوتوی صاحب سے ہمبستری کرنے کی اجازت دی، تو نانوتوی صاحب کے ساتھ ہمبستری کی۔

دیوبندیو! پیر ہو تو ایسا؟ کہ مرد کے ساتھ بھی ہمبستری کرنے کی اجازت دے
غالباً دیوبندی مذہب میں راہِ سلوک طے کرنے کا یہ بھی کوئی طریقہ ہے۔

دیوبندیو! خفا مت ہو کہ میں نے یہ لکھ دیا کہ گنگوہی صاحب اپنے رفیق جانی نانوتوی کے ساتھ ہمبستری کرتے تھے۔ یہ خود تمہاری کتابوں میں، تمہارے ان بزرگوں کے حالات میں لکھا ہے۔ اٹھا کر دیکھو تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص ۲۸۹ اور ارواح ثلثہ ص ۲۸۲ ان دونوں کتابوں کی اصل عبارت حصہ اول میں زیر عنوان۔ "دیوبندی برادری کی اشاعت فاحشہ" میں مذکور ہے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ جو خود حدیث شریف میں ہے بخاری کتاب الحیض، کتاب الانبیاء، کتاب القدر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ تبارك وتعالیٰ وكل بالرحم ملكاً يقول يارب نطفة يارب علقة يارب مضغة فاذا اراد الله ان يقضي خلقه قال هل ذكر ام انثى شقي ام سعيد فما الرزق فما الاجل قال فيكتب في بطن امه
جلد اول ص ۴۶ جلد دوم ص ۹۷۶

اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے وہ کہتا ہے اے پروردگار نطفہ ہے اے پروردگار بستہ خون ہے اے پروردگار گوشت کا لوتھڑا ہے جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادیتا ہے اس کی پیدائش کا تو فرشتہ پوچھتا ہے مرد ہے یا عورت؟ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اسکی کتنی روزی ہے؟ کتنی عمر ہے یہ سب لکھ لیا جاتا ہے اور بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔

کتاب الانبیاء کی روایت میں یہ ہے۔

وكّل في الرحم ملكاً — رحم میں ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ فرشتہ رحم میں داخل ہوتا ہے بلکہ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ عن الاعمش کی روایت میں یہ لفظ ہے۔

اذا استقرت النطفة في الرحم اخذها الملك بكفه وقال اي رب اذكرٌ او انثیٰ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۴۰۸)

جب نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتا ہے اے رب یہ مرد ہے یا عورت؟

دیوبندیو! تمہارے مذہب کے مطابق کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہے کہ فرشتہ رحم میں جاکر یا کم از کم عورت کی بچہ دانی میں ہاتھ ڈال کر نطفے کو ہاتھ میں لیتا ہے کیا شوہر کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بچے دانی کے اندر جانا یا اس میں ہاتھ ڈالنا تو بڑی بات ہے اس کو دیکھ بھی سکتا ہے۔ بولو دیوبندیو! کیا جواب ہے۔ اسکے علاوہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہر انسان کے ساتھ کچھ فرشتے ہمیشہ رہتے ہیں ان میں کراماً کاتبین ان کے نامۂ اعمال لکھتے ہیں اور کچھ فرشتے انسان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ فتح الباری اور عینی میں ہے کہ یہ کبھی انسان سے جدا نہیں ہوتے۔ اب بتاؤ جب انسان اپنی اہلیہ سے ہمبستری کرتا ہے فرشتے موجود ہیں دیکھ رہے ہیں۔ دیوبندی بتائیں کہ یہ بے حیائی ہے یا نہیں؟

دیوبندیوں کو جانے دیجئے انصاف پسند ناظرین سے ہماری درخواست ہے کہ عالمِ غیب کی باتوں کو عالمِ شہادت کی باتوں پر قیاس کرنا ہی دیوبندیوں کی گمراہی ہے اگر عالمِ غیب کی باتوں کو عالمِ شہادت پر قیاس کریں گے تو جینا دوبھر ہو جائے گا۔ غور کیجئے ہر مسلمان جانتا ہے کہ ہمارے ساتھ کراماً کاتبین ہیں وہ ہمارے سارے احوال وافعال کو دیکھتے اور سنتے ہیں ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب اعمال وافعال کو دیکھتا ہے پھر بھی انسان اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے حقوق زوجیت ادا کرتا ہے اور یہاں علامہ سید احمد سجلماسی اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کو اس کا شائبہ بھی نہ تھا کہ حضرت عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ ہمارے کمرے میں موجود ہیں۔ اس پر دیوبندی اتنا طوفان اٹھاتے ہیں اب ان سے کوئی پوچھے کہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور کراماً کاتبین کے موجود ہونے کو کیا کہتے ہیں۔

اولیائے کرام سے استعانت کا راز

ابریز شریف صـ۱۷۳ میں ہے۔

عارف باللہ حافظ الحدیث علامہ سید احمد سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد سید عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ـــــــ کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ عوام اللہ عزوجل سے اپنی حاجتیں نہیں طلب کرتے، بلکہ اولیائے کرام مثلاً شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے حاجتیں طلب کرتے ہیں تو حضرت شیخ نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔

ولو توجهت ذات الظلمانية الیہ تعالیٰ بجمیع عروقها وبکل جواهرها وسئلته امراً ومنعها ولم یطلعها علی سر القدر فی المنع فربما وقع لها وسواس فی وجود الحق سبحانہ فتقع فی ماهوادهیٰ وأمرّ من عدم قضاء حاجتها فکان من المصلحۃ ما فعلہ اهل الدیوان من ربط عقول الناس بعباد الله الصالحین لانہ اذا

ظلماتی ذات (عوام) اگر اللہ تعالیٰ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوں اور اس سے کچھ مانگیں اور اللہ تعالیٰ اسے نہ دے اور نہ دینے میں جو راز ہے اس پر مطلع نہ کرے تو بسا اوقات اسے حق سبحانہٗ کے وجود میں وسوسہ پیدا ہو جائے گا جس کی وجہ سے وہ حاجت پوری نہ ہونے سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائیگی۔ اس لئے مصلحت یہ تھی کہ جو اہل دیوان نے کیا کہ لوگوں کی عقلوں کو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ وابستہ کر دیا اس لئے کہ جب انہیں کسی کے ولی

وقع لهم وسواس فی کونهم اولیاء فان ذالك لا یضرهم

ہونے کے بارے میں وسوسہ ہو جائے یہ ان کے ایمان کو مضر نہیں۔

اسی مضمون کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنی کتاب فقہ شہنشاہ میں اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت علامہ سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ابریز میں اپنے شیخ حضرت سیدنا عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں۔

حضرات اولیاء نے ان کو قصداً ادھر لگالیا ہے کہ دعا میں مراد ملنی نہ ملنی دونوں پہلو ہیں۔ عوام مراد نہ ملنے کی حکمتوں پر مطلع نہیں کئے جاتے ـــــ کہ اگر بالکلیہ خالص عزوجل ہی سے مانگتے پھر مراد ملتی نہ دیکھتے تو احتمال تھا کہ خدا کے وجود ہی سے منکر ہو جاتے اس لئے اولیاء نے ان کے دلوں کو اپنی طرف پھیر لیا کہ اب اگر مراد نہ ملنے پر بے اعتقادی کا وسوسہ آیا بھی، اس ولی کی نسبت آئے گا جس سے مدد چاہی تھی اس میں ایمان تو سلامت رہے گا۔ (ص ۴۹-۵۰)

دیوبندی حسّاد واعظین اس صاف ستھری واضح بات کو مسخ کر کے یہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے یہ لکھ دیا کہ اللہ عزوجل سے مانگنے میں گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اور اولیاءِ کرام سے مانگنے میں یہ اندیشہ نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے شروع ہی میں لکھ دیا ہے کہ۔

حضرت علامہ سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ابریز میں اپنے شیخ حضرت سیدنا عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں۔ (صـ۴۹)

ایسی صورت میں اس پر جو تیر و نشتر برسانا تھا وہ غوث وقت حضور سیدنا شیخ عبد العزیز دباغ قدس سرہٗ پر برساتے۔ ان پر لعن طعن کرتے ـــــ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ صرف ناقل ہیں۔ انہیں کچھ نہ کہنا صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو نشانہ

ملامت بنانا یہ باطنی خباثت کے ساتھ ساتھ شرارت بھی ہے ــــــ پھر اگر انہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر سب وشتم کا شوق تھا تو اسے پورا کر لیتے لیکن ہمت تھی تو وہی جملہ حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ کو بھی کہتے۔ کہیں یا نہ کہیں جب بات حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ کی ہے تو اس پر سارا لعن طعن حقیقت میں انہیں پر پڑیگا۔

لیکن دیوبندیوں سے کوئی مستبعد نہیں، ان کے مذہب کی بنیاد ہی انبیاء کرام اور اولیاءِ عظام کی اہانت اور ان پر سب وشتم پر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی بات پر لعن طعن کرنے سے پہلے سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط واقعہ کے مطابق ہے یا خلاف واقعہ۔

عوام کالانعام کی عادت ہے کہ اگر ان کی مراد پوری نہیں ہوتی تو اللہ عزوجل کی جناب میں جو جی میں آتا ہے بکنے لگتے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ جو دعا مانگ رہے ہیں ان کے حق میں مفید ہے یا مضر۔ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے بندے پر مہربانی کی بنا پر اس کی ایسی دعا قبول نہیں کرتا جو بندے کے لئے مضر ہے۔ بندہ اس راز کو نہیں جانتا اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستاں میں یہ حکایت لکھی ہے کہ میرے ایک دوست کے اولاد نہیں تھی میں جب سفر سے واپس ہوا تو وہ صاحب اولاد ہو چکے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کیسے ہوا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے ایک صاحب نے بتایا کہ فلاں درخت کے نیچے جا کر دعا کرو۔ وہاں جو دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے۔ میں نے اس درخت کے نیچے جا کر دعا کی اللہ عزوجل نے میری دعا قبول فرمائی اور یہ بیٹا ہوا ــــــ حضرت شیخ سعدی لکھتے ہیں کہ اس لڑکے نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ کون سا درخت ہے تو میں وہاں جا کر یہ دعا مانگتا کہ اے اللہ میرے باپ کو موت دیدے۔ ناظرین خود سوچیں کہ اس شخص کے حق میں دعا قبول ہونا کتنا مضر تھا۔ یہ بات شروع ہی سے چلی آ رہی ہے۔

حدیث میں ہے کہ بدو اسلام قبول کرتے، اسلام قبول کرنے کے بعد اگر اسکی بیوی کے بیٹا ہوتا اور اونٹنی کو اونٹنی، تو کہتا دین بہت اچھا ہے۔ اور اگر اس کے برخلاف ہوتا تو کہتا دین بہت برا ہے۔

عوام کا حال یہ ہے کہ اگر کسی پیر سے مُرید ہوئے اور ان کا روبار ترقی کرنے لگا تو پھر کیا کہنا پیر صاحب کی ولایت میں اس کو کوئی شبہ نہیں رہتا اور اگر مرید ہونے کے بعد کاروبار خراب ہو گیا تو ساری ولایت ختم۔

اگر کسی شخص کی دکان پر کوئی عالم یا شیخ بیٹھ گیا اور اس دن اس کی خوب بکری ہوئی تو یہ عالم اور پیر ولی ہو گیا۔ اور اگر اس دن بکری کم ہو گئی تو وہ عالم اور شیخ منحوس ہو گیا۔

اس ماحول میں اگر کسی کم ظرف نے اللہ عزوجل سے کچھ مانگا اور بار بار مانگا اور نہیں ملا تو اس کا خطرہ ہے کہ اپنی کم ظرفی سے وہ اللہ کے وجود کا منکر ہو جائے ایسی صورت میں اس کا ایمان کہاں باقی رہا۔ اور اگر کسی ولی سے مانگا اور مراد پوری نہیں ہوئی تو زیادہ سے زیادہ وہ اس ولی کی ولایت کا منکر ہوگا۔ بہرحال یہ بات طے ہے کہ کسی ولی کی ولایت سے انکار کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اتنی صاف ستھری بات دیوبندیوں کے ذہن میں نہیں آئی ہوگی جب کہ عام سمجھدار آدمی اس کو سمجھتا ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے عوام کو برگشتہ کرنے کے لئے اس صاف ستھری بات کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ کم عقل لوگ الجھ جائیں۔

ایک دیوبندی عبادت

اب تک جو کچھ ہم نے لکھا یہ بجواب آں غزل تھا اب ہم اپنے ان خاص مہربانوں کی خدمت میں ایک بہت لذیذ تحفہ پیش کرتے ہیں جو ان کے مذہب کی خاص پرلطف عبادت ہے ایسی عبادت جس میں شروع سے اخیر تک لذت ہی لذت ہے۔ ناظرین خصوصاً دیوبندی بہت غور سے پڑھیں۔ دیوبندی جماعت کے

شیخ الاسلام جناب شبیر احمد صاحب عثمانی نے اپنے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب کے ترجمے پر جو تفسیر لکھی ہے اس میں سورہ نساء کی آیت کریمہ "اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ" کے تحت لکھا ہے۔

سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے کہ اس سے وہ باتیں کی جائیں جو فعل زنا کی مقدمات اور اسباب ہوں اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور اس کی خواہش کرے ____ لیکن فعل زنا کا ترتب اور اس کا بطلان دراصل فرج یعنی شرمگاہ پر موقوف ہے۔ یعنی اگر فرج سے زنا کا صدور ہو گیا تو آنکھ، زبان، دل سب کا زانی ہونا متحقق ہو گیا اور اگر باوجود تحصیل جملہ اسباب وذرائع صرف فعل فرج کا تحقق نہیں ہوا بلکہ زنا سے توبہ واجتناب نصیب ہو گیا تو اب تمام وسائل زنا جو کہ فی نفسہٖ مباح تھے فقط زنا کی تبعیت کی باعث گناہ قرار دیئے گئے تھے وہ سب کے سب لائق مغفرت ہو گئے یعنی ان کا زنا ہونا باطل ہو گیا ____ اور گویا اس کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا عبادت بن گئی ____ کیونکہ فی نفسہٖ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے سب اس وجہ سے کہ زنا کے لئے وسیلہ بنتے تھے معصیت میں داخل ہو گئے جب زنا کے لئے وسیلہ نہ رہے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب ان وسائل کا زنا کے ذیل میں شمار ہونا اور ان کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح مخالف ہے"۔

دیوبندیو! تمہارے شیخ التفسیر صاحب نے کتنی عمدہ مزے دار عبادت ایجاد کر دی ہے ____ طوائف کے کوٹھے پر چلے جاؤ اسے خوب دیکھو اس سے خوب باتیں کرو، ہنسی مذاق کرو، مول بھاؤ کرو اور رات بھر کرتے رہو مگر زنا نہ کرو تو یہ چیزیں عبادت ہو گئیں، رنڈی کے کوٹھے پر جانا عبادت تنہائی میں اس کے ساتھ اکٹھے رہنا عبادت، ہنسی مذاق کرنا عبادت، مول بھاؤ

کرنا عبادت۔ اس سے چھیڑ خانی کرنا عبادت۔

پھر رنڈی ہی کی تخصیص نہیں اگر کسی مشتہاۃ لڑکے کے ساتھ یہی معاملہ ہو اور دخول نہ ہو تو سب عبادت۔

غالباً اسی عبادت کو ادا کرنے کے لئے گنگوہ کی بھری خانقاہ میں اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب کو چارپائی پر چت لٹا کر گنگوہی جی انکی چھاتی پر ہاتھ رکھا کرتے تھے۔ رہ گئی بیچ میں توبہ کی بات تو اولاً توبہ سے گناہ معاف تو ہو جاتے ہیں مگر عبادت نہیں ہوتے، ثانیاً اپنے شیخ التفسیر کی تحقیق غور سے پڑھو، انہوں نے صاف تصریح کی ہے۔

کیونکہ فی نفسہٖ وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے۔

اور جب مباح تھے معصیت نہیں تھے تو ان سے توبہ کیسی اس سے ظاہر ہے کہ توبہ کا ذکر دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ غالباً مالدار طبقہ اس لئے دیوبندی ہوتا ہے کہ چلو رات بھر رنڈی کے کوٹھے پر رہیں گے اسے جی بھر کر دیکھیں گے ہنسی مذاق کرینگے شہوانی باتیں کریں گے چھیڑ خانی کریں گے پوری رات عبادت میں بسر ہو گئی اور رنڈی کے کوٹھے پر ہوتے ہوئے عابد شب زندہ دار کہلائیں گے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کا مسئلہ

○ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کے سلسلہ میں وہابیوں کے دو شبہات ہیں۔
اول یہ کہ مجدد اعظم قدس سرہٗ نے "الکوکبۃ الشہابیۃ" میں لکھا

○ یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا یہ کفر بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ ص۱۸

○ وہابی صاحبو! تمہارے پیشوا نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی۔ ص۲۴

○ مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے۔ ص۲۷

○ اور انصاف کیجئے! تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں ص۲۹

وہابیوں کا پہلا شبہہ یہ ہے کہ جب مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایسا کفر بکا جو صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں صریح گستاخی کی۔ ان کی جناب میں بے دھڑک صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے جس میں کسی تاویل کی جگہ نہیں۔ تو پھر مولوی اسمٰعیل کی تکفیر سے کف لسان کیوں فرمایا۔ "الکوکبۃ الشہابیۃ" کے اخیر میں لکھا۔

"ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب۔ اور سل

السیوف الہندیہ میں فرمایا ہے۔

یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علماء کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اس طائفہ کے پیر سے سچے مسلمانوں کو نسبت حکم کفر و شرک سنتے ہیں باایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے۔ نہ قوت انتقام حرکت میں آتی ہے اور اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم التزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ـــــ ہم احتیاط برتیں گے۔ جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ سبحان السبوح میں فرمایا۔

ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل باقی نہ رہے ص۸

جواب سے پہلے ہم ناظرین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مولوی اسمٰعیل دہلوی پر جو الزامات لگائے ہیں وہ اپنی جگہ صحیح ہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" کے ص۸ پر لکھا اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ ـــــ پھر ص۱۲ اور ص۱۵ پر تفصیل سے یوں لکھا۔

"یعنی جتنے پیغمبر آئے سو اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانیں اور اس کے سوا کسی کو نہ مانیں۔"

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ جب وہ صاف صاف لکھ رہے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانیں اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ ہوا کہ نہ رسولوں کو مانیں نہ انبیاء کو مانیں، نہ فرشتوں کو مانیں، نہ قیامت کو مانیں، نہ جنت و دوزخ کو مانیں کیا یہ صدہا کفریات کا مجموعہ نہیں۔

انہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں صاف صاف لکھا۔

"نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ ص ۹۵

انہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں ص پر ایک حدیث لکھنے کے بعد "ف" لکھ کر یہ جڑ دیا (یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں)

ہر انصاف پسند بتائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال لانے کو بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر بتانا اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مر کر مٹی میں ملنے والا بتانا صریح دشنام اور کھلی گستاخی نہیں۔

وہابیوں پر لازم تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ان کے امام الطائفہ پر جو الزام لگائے تھے اس کی صفائی دیتے لیکن ایک صدی سے زائد گزرنے کے باوجود وہابی برادری کے کسی فرد کو توفیق نہ ہوئی کہ ان الزامات کو غلط ثابت کرے ——— غلط کیسے ثابت کریں گے جب کہ یہ ساری عبارتیں دہلوی صاحب کی کتابوں میں موجود ہیں ——— رہ گیا یہ سوال کہ پھر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اسمٰعیل دہلوی صاحب کی تکفیر سے کف لسان کیوں فرمایا ؟

اس کے جوابات یہ ہیں ——— اولاً یہی جرم آپ لوگوں کے امام الکل فی الکل گنگوہی صاحب نے بھی کیا ——— فتاویٰ رشیدیہ ص پر ہے۔ ان افعال کو کفر ہی کہنا چاہئے مگر مسلم کے فعل کی تاویل لازم ہے۔ ان افعال میں گستاخی آداب ظاہر ہے پس ان کا لکھنا کفر ہوگا۔ اب سب دیوبندی مجھے بتائیں کہ افعال کفر کے قائل کو کافر کہنے سے اجتناب کس بنیاد پر ہے۔ جس دن کوئی دیوبندی اپنے قطب الارشاد کے اس ارشاد کی توجیہہ کر دے گا اُسی دن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشاد کی توجیہہ خود دیوبندیوں کے منہ سے سامنے آجائے گی۔

لیکن میں جانتا ہوں کہ دیوبندی ایک بہت ہی چالاک قوم ہے وہ کبھی بھی اپنے شیخ الکل فی الکل کے قول کی کوئی توجیہہ نہیں کریں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ پھر ہمارا سارا کیا کرایا مٹی میں مل جائے گا۔

اور ہم اہل سنت کا مقصود نہ عوام کو الجھن میں ڈالنا ہے نہ فساد پھیلانا ہے بلکہ ناواقف عوام کو مطمئن کرنا اور فساد کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا ہے اسلئے ہم چند مختصر باتیں لکھ دیتے ہیں۔ ویسے دیوبندیوں کے اس شبہہ کا جواب علمائے اہل سنت بارہا تحریر فرما چکے ہیں۔ "الموت الاحمر" "العذاب الشدید" وغیرہ میں اس کی پوری تفصیل درج ہے۔

ہم انہیں کتابوں کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ اس کے لئے چند تشریحی نوٹ ذہن نشین کر لیں۔

صریح کی دو قسمیں ہیں صریح متبین اور صریح متعین ——— اول ایسا کلام جس کا ظاہر معنی کفر ہے اور اس کی کوئی تاویل قریب نہیں۔ اگرچہ تاویل بعید ہو۔ اس کو صریح متبین کہتے ہیں۔ تقریب فہم کے لئے کلمات کفر سے ہٹ کر اسکی مثال لفظ طلاق ہے ——— نکاح ختم کرنے کے معنی میں یہ صریح ہے کہ یہی اس کا ظاہر معنی ہے۔ جب بیوی کی طرف نسبت کر کے بولتے ہیں تو اس سے ہر شخص یہی سمجھتا ہے ——— لیکن اس کا دوسرا معنی بندش کھولنا بھی ہے۔ اور یہ بھی مستعمل ہے۔ لیکن یہ معنی بعید ہے اگرچہ لغوی ہے حتیٰ کہ اس کے مراد ہونے کیلئے قرینہ کی ضرورت ہے۔

فقہائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ لفظ طلاق سے بلانیت طلاق پڑ جائے گی بلکہ اگر بولنے والا کہے کہ میری نیت کی نہ تھی جب بھی حکم یہی ہوگا کہ طلاق پڑ گئی۔

ہدایہ میں ہے۔

الطلاق ضربان صریح وکنایۃ فالصریح انت طالق لا یفتقر الی النیۃ لانہ صریح فیہ لغلبۃ الاستعمال ولو نوی الطلاق عن وثاق لم یُدَیَّن فی القضاء لانہ خلاف الظاهر ویدین فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ لانہ نوی ما یحتملہ

طلاق کی دو قسمیں ہیں صریح اور کنایہ۔ صریح جیسے "اَنتِ طَالِق"

____ اور یہ نیت کا محتاج نہیں۔ اس لئے کہ وہ غلبۂ استعمال کی وجہ
سے طلاق کے معنی میں صریح ہے۔ اور اگر قائل کہے کہ میں نے بندش
کھولنے کی نیت کی تھی تو اس کا اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ خلاف ظاہر
ہے ____ ہاں فی ما بینہ وبین اللہ معتبر ہے اس لئے کہ اس نے
اس معنی کی نیت کی جس کا لفظ احتمال رکھتا ہے۔
اسی کے تحت فتح القدیر میں ہے۔

ما غلب استعمالہ فی معنی بحیث یتبادر حقیقۃ أو مجازاً
صریح فان لم یستعمل فی غیرہ فاولیٰ بالصراحۃ

لفظ جس معنی میں غالب استعمال ہو وہ صریح ہے اس حیثیت سے کہ
اس لفظ سے ذہن اس معنی کی طرف سبقت کرتا ہے خواہ وہ معنی حقیقی
ہو یا مجازی اور اگر دوسرے معنی میں مستعمل نہ ہو تو بدرجۂ اولیٰ صریح ہے۔
چند سطر کے بعد ہے۔

والغلبۃ فی مفہومہا الاستعمال فی الغیر قلیلا

غلبۂ استعمال کے مفہوم میں داخل ہے کہ دوسرے معنی میں بھی قلیل استعمال ہوتا ہو
"یحتملہ" کے تحت عنایہ میں ہے۔

اذا الطلاق من الاطلاق یستعمل فی الابل والوثاق

اسلئے کہ لفظ طلاق اونٹ کھولنے اور بندش کھولنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔
ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ صریح بول کر کبھی یہ مراد لیتے ہیں کہ اسکا ظاہر معنی یہ ہے
اگرچہ اس کا کوئی اور خفی معنی ہو اور لفظ طلاق اسی قسم سے ہے کہ اس کا ظاہر معنی
طلاق شرعی ہے لیکن بندش کھولنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے (جو خفی ہے)۔
اس لئے یہ پہلے معنی میں ظاہر ہے کیونکہ جب طلاق بولا جاتا ہے تو ذہن طلاق شرعی
کی طرف منتقل ہوتا ہے اور دوسرا معنی مراد لینے کے لئے قرینہ کی حاجت ہوتی ہے
اس لئے لفظ طلاق سے بلانیت طلاق پڑ جاتی ہے بلکہ اگر شوہر کہے کہ میری نیت

طلاق کی نہیں تھی۔ جب بھی پڑ جائے گی اسی کو صریح متبین کہتے ہیں۔
نیز ان عبارتوں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ صریح کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اس میں
دوسرے معنی کا قطعاً احتمال نہ ہو۔ جیسا کہ امام ابن ہمام نے فرمایا فان لم
یستعمل فی غیرہ فاولیٰ بالصراحۃ اگر وہ لفظ دوسرے معنی میں استعمال نہ
کیا جائے تو بدرجۂ اولیٰ صریح ہے۔ اس کو صریح متعین کہتے ہیں۔
اسی قبیل سے وہ کفری کلام ہے جس کا معنی کفر ہی ہو ظاہر معنی بھی کفر ہو اور خفی
معنی بھی کفر ہو۔ نہ اس میں تاویل قریب کی گنجائش ہو نہ بعید کی۔ جیسے یہ کہنا کہ اللہ
موجود نہیں۔ اس سے کلام کی دو قسمیں ثابت ہو گئیں۔ صریح متبین، صریح متعین۔
____ جمہور فقہاء کرام ایسے کلام جو کفری معنی میں صریح متبین ہو قائل
کو کافر کہتے ہیں۔ ____ کتب فقہ میں سیکڑوں کلمات ایسے مذکور ہیں جو کفری معنی
میں صریح متبین ہیں اور فقہاء ان کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔ البحر الرائق، عالمگیری
وغیرہ میں ایسے کلمات مذکور ہیں۔
الاعلام بقواطع الاسلام میں ہے۔

علمنا بما دل علیہ لفظہ صریحا
وقلنا لہ انت حیث اطلقت
ھذا اللفظ ولم تؤل انت کافراً
وان کنت لم تقصد ذالك لان انما
نحکم بالکفر باعتبار الظاھر
وقصدك وعدمہ انما ترتبط
بہ الاحکام باعتبار الباطن
فاللفظ اذا کان محتملا
لمعان کان فی بعضھا اظھر عُمِل
علیہ وکذا استوت ووجد

ہم لفظ صریح کے مدلول پر عمل کریں گے
اور کہیں گے کہ تم نے جب یہ لفظ کہا اور
تاویل نہیں کی تو کافر ہو گیا۔ اگرچہ تو نے اس
کا قصد نہ کیا ہو کیونکہ ظاہر معنی کے لحاظ سے
کفر کا حکم کرتے ہیں اور تیرے قصد اور عدم
قصد پر احکام باطنی کا تعلق ہے۔ اس لئے
لفظ اگر چند معانی کا احتمال رکھے تو اگر
بعض میں زیادہ ظاہر ہو تو اس پر عمل کیا
جائے گا یوں ہی اگر سب برابر ہوں اور کسی
ایک کے لئے کوئی مرجح ہو تو بھی اسی پر

لاحد هامرجحٌ بل ارادة و عدمها لاشغل لنا بها

عمل کریں گے۔ ارادہ اور عدم ارادہ سے ہمیں مطلب نہیں۔

صاف صاف فرمایا ہم لفظ کے معنی صریح پر عمل کرتے ہیں ہم ظاہر معنی کے لحاظ سے کافر کہتے ہیں۔ جب لفظ چند معنی کا احتمال رکھے اور ایک معنی زیادہ ظاہر ہو تو ہم لفظ کو اسی پر محمول کرتے ہیں۔ اگر کفری معنی زیادہ ظاہر ہوا اور قائل سے تاویل منقول نہ ہو تو ہم اس کے کافر ہونے کا حکم دیتے ہیں اس کی چھان بین نہیں کرتے۔

اس ارشاد کی روشنی میں دہلوی صاحب کے چند اقوال کفریہ بطور نمونہ جو اوپر نقل کئے ہیں ان کو ناظرین دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ ان کا مدلول ظاہر کفر ہے یا نہیں ؟ ہر منصف کو ماننا پڑے گا کہ دہلوی صاحب کے ان اقوال کا ظاہر مدلول صریح کفر ہے گستاخی ہے۔ اس لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا یہ فرمانا کہ اس پر کفر لازم ہے جماہیر فقہاء و اصحاب فتویٰ کی تصریحات کے بموجب یہ مرتد ہے کافر ہے بلاشبہ حق و صحیح ہے۔

محققین فقہاء و متکلمین کا مذہب

لیکن محققین فقہاء و متکلمین فرماتے ہیں کہ اگر قائل کی نیت معلوم نہیں اور کلام میں کسی تاویل کی گنجائش ہے اگرچہ وہ بعید ہو ہم اسے کافر کہنے سے زبان روکیں گے جس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حضرات صریح متبین پر تکفیر نہیں فرماتے ہاں اگر صریح متعین ہو تو یہ بھی کافر کہتے ہیں۔

البحر الرائق میں ہے۔

وفی الخلاصة وغیرها اذا کان فی المسئلة وجوہ توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی أن یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسیناً للظن بالمسلم

خلاصہ وغیرہ میں ہے جب کسی مسئلے میں متعدد وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ تکفیر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اسی وجہ کا اعتبار کرے جو تکفیر سے منع کرتی ہو مسلمان کے ساتھ حسن ظن کی بنا،

الا اذا صرح بارادة موجب الکفر فلا ینفعه التاویل حینئذ وفی التاتارخانیة لایکفر بالمحتمل (جلد خامس ص۱۳۴)

پر جب کہ کفری معنی کے مراد ہونے کی صراحت ہو تو اسے تاویل نفع نہ دے گی۔ اور تتارخانیہ میں ہے محتمل پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اسی بنا پر علامہ ابن نجیم نے ان الفاظ کفر کو نقل کرنے کے بعد جن پر فقہائے قائل کو کافر کہا تھا فرماتے ہیں۔

فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لایفتی بالتکفیر بها ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشئی منها (البحر الرائق ج ۵ ص۱۳۵)

تکفیر کے اکثر الفاظ جو مذکور ہوئے انکے قائل کو کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے اور میں نے اپنے اوپر یہی لازم کرلیا ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ بحر الرائق میں مذکورہ کلمات کفر پر علماء نے قائل کی تکفیر کی لیکن علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان کفریہ کلمات کے قائل کو کافر نہیں کہوں گا آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر چھک چھک کر اعتراض کرنے والے دیوبندیوں میں ہمت ہے تو اس کو بتائیں لیکن میں جانتا ہوں کہ پوری دیوبندی برادری مرتے مرجائے گی اس کو نہیں بتائے گی۔ بتادیں تو خود ان کے قلم سے ان کے منھ سے انکا اعتراض ہباءً منثورا ہو جائے گا۔ لیکن ناظرین کی الجھن دور کرنے کے لئے ہم بتائے دیتے ہیں۔

بات وہی ہے کہ اکثر یہ کلمات کفر صریح متبین ہیں لیکن ان کا ظاہر معنی کفر ہے ان میں کسی تاویل قریب کی گنجائش نہیں اگرچہ تاویل بعید ہو سکتی ہے اس لئے جمہور فقہاء ان کلمات کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن علامہ ابن نجیم کا مختار محققین فقہاء کا مذہب ہے کہ جب تک کلمۂ کفر صریح متعین نہ ہو تکفیر سے کف لسان کرتے ہیں اگر کسی کلام میں تاویل بعید کی گنجائش ہو تو تکفیر سے احتیاط برتیں گے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے اس قول میں اس کو واضح بھی فرمادیا ہے

لکھتے ہیں۔

"اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ اکابر اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر ہیں۔" صـ ۵۴

جماہیر فقہائے کرام و اصحاب فتویٰ کی قید سے واضح ہے کہ یہ حکم جمہور فقہا کی روش پر ہے کہ وہ صریح متبین پر قائل کو کافر کہتے ہیں۔ جیسا کہ عامۂ کتب فقہیہ میں مذکور اکثر کلمات کفر پر فقہائے کرام نے تکفیر فرمائی مگر محققین متکلمین نے کف لسان فرمایا۔ یہ بات ایسی نہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے واضح نہ فرمائی ہو۔ "الکوکبۃ الشہابیۃ" "سل السیوف الہندیۃ" میں نہایت وضاحت سے بیان فرما دیا ہے۔ سل السیوف الہندیۃ میں ہے۔

"لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہم احتیاط برتیں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔" صـ ۲۲

سبحان السبوح میں تحریر فرمایا۔

امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جبتک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ صـ ۸۰

ناظرین ضعیف سے ضعیف احتمال اور محمل پر غور کریں یہ صاف اس بات کی تصریح ہے کہ تکفیر سے کف لسان اس بنا پر ہے کہ اس کے کلمات میں تاویل بعید کی گنجائش ہے۔ اس کا حاصل یہی نکلا کہ محققین فقہا اور جمہور متکلمین کے مذہب کی بنا پر تکفیر سے زبان روکی۔ اسی تقریر سے دیوبندیوں کا یہ مغالطہ بھی رد ہو گیا۔ کہ

وہ کہتے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے الکوکبۃ الشہابیۃ میں دہلوی کی کفریات کے بارے میں یہ لکھا۔

"وہابی صاحبو! تمہارے پیشوا نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی۔" صـ ۲۴

"اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے۔" صـ ۲۷

انصاف کیجئے اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔

الکوکبۃ الشہابیۃ، سل السیوف الہندیۃ کفر فقہی کے بیان میں ہے۔ اسلئے ان میں جو شرعی اصطلاحی الفاظ آئے ہیں ان میں وہی معنی مراد ہوں گے جو فقہا کی اصطلاح ہے۔ فقہا جب صریح بولتے ہیں تو ان کی مراد صریح متبین ہوتی ہے اور جب یہ فرماتے ہیں کہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے یا تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد تاویل قریب ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب ان کے نزدیک تاویل بعید معتبر نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اس لئے الکوکبۃ الشہابیۃ یا سل السیوف الہندیۃ میں جہاں لفظ صریح آیا ہے۔ اس سے مراد صریح متبین ہوتا ہے اور جہاں فرمایا کہ تاویل کی گنجائش نہیں اس سے مراد تاویل قریب ہے اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تاویل بعید نہ ہو۔

متکلمین کے نزدیک جب تاویل بعید بھی معتبر ہے تو اگر وہ یہ فرمائیں کہ اس کلام میں تاویل کی گنجائش ہے تو ان کی مراد تاویل قریب بھی ہو سکتی ہے۔ اور تاویل بعید بھی۔ اور جب یہ فرمائیں کہ تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ نہ قریب کی گنجائش نہ بعید کی۔

اب بات واضح ہو گئی کہ الکوکبۃ الشہابیۃ اور سل السیوف الہندیۃ میں چونکہ جمہور فقہا کی روش پر کلام تھا۔ جب فرمایا کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اس سے

مراد یہ ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہیں اور اخیر میں متکلمین کے مذہب کے مطابق جب اپنا فیصلہ سنایا کہ جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ یہاں مُراد تاویل بعید ہے۔ لفظ "ضعیف سا ضعیف" اس کی نشاندہی کر رہا ہے اس لئے ان ارشادات میں نہ کوئی تضاد ہے اور نہ کوئی تناقض

بانئ دیوبندیت گنگوہی صاحب نے بھی تصریح کی ہے کہ بعض فرقے محدثین کے نزدیک کافر ہیں اور متکلمین کے نزدیک کافر نہیں صرف فاسق ہیں۔ تذکرۃ الرشید میں ان کا قول منقول ہے کہ۔

"کہا ہاں اہل ہوا رکا خدشہ رہا سو یا بطور محدثین ان کو کافر کہو یا بطور متکلمین فاسق"۔
(حصّہ اوّل ص ۱۶۱)

دوسرا شبہہ

صلح کلی 'تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کے مصنفین کو کفر سے بچانے کے لئے اس کا بہت زوروں سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ استاذ الاساتذہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی یقینی حتمی تکفیر کی یہاں تک حکم دیا کہ جو اس کے ان کفریات پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ "تحقیق الفتویٰ" اور "سیف الجبار" وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

لیکن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے اس کے باوجود اہل سنت ان دونوں بزرگوں کو اپنا امام اور مقتدیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ اگر علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کو حق پر مانتے ہیں۔ تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو کافر مانیں۔

اسی طرح مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور ان کے معاصر علمائے اہل سنت حتیٰ کہ علمائے حرمین طیبین نے نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھی، تھانوی صاحبان کو اگر کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ جانے تو خود بھی کافر ہے پھر کوئی ان کی تکفیر سے کف لسان کرے تو وہ

کافر نہ ہوگا۔ جیسے علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے معاصر علماء نے اسمٰعیل دہلوی کو اسی تفصیل کے ساتھ کافر کہا مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا پھر بھی سب اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور علامہ فضل حق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو بھی۔

ازالۂ شبہہ

یہ صلح کلیوں کا ایک مغالطہ عامۃ الورود ہے۔ چونکہ عوام تو عوام علماء تک مسئلہ تکفیر کے سلسلہ میں پیچیدگیوں سے واقف نہیں اس لئے الجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل رحم فرمائے کہ اس مغالطہ نے ہزاروں آدمیوں کو گمراہ کر دیا۔ اس لئے ناظرین پورے طور سے متوجہ ہو کر حاضر دماغی سے میری گذارشات کو پڑھیں۔

اس مغالطعہ پر سب سے پہلی گذارش یہ ہے کہ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو لازم کہ پھر کسی کو کافر نہ کہا جائے۔ اگرچہ وہ صریح سے صریح کفر بکے اس لئے کہ کسی کفر بکنے والے کو اگر کسی مفتی نے کافر کہا تو وہ یہی مغالطہ پیش کر دے گا کہ ٹھیک ہے آپ کافر کہتے ہیں۔ مگر میں کافر نہیں کہتا جیسے علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے کافر نہیں کہا۔ اور دونوں مقتدا ہیں مثلاً قادیانیوں کا حامی کہے کہ آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں۔ میں کافر نہیں کہتا مثال میں یہی بات ذکر کر دے۔

منکرین حدیث چکڑالویوں کا کوئی وظیفہ خوار یہ کہے آپ کافر کہتے ہو کہو میں نہیں کہتا اور نظیر میں وہی مذکورہ بالا بات پیش کر دے۔

تو یہ صلح کلی لوگ بتائیں کہ اس کا کیا جواب ہوگا اگر صلح کلی اس کا جواب دے دیں تو ہم کو پھر کچھ کہنے کی حاجت نہیں رہے گی۔ انھیں کے جواب سے ہم دیوبندی کے اقانیم اربعہ کا قطعی حتمی کافر ہونا ثابت کر دیں گے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر میں اختلاف کے باوجود ــــــ لیکن ہم جانتے ہیں کہ کوئی صلح کلی اس گتھی کو سلجھانے کی ہمت

نہیں کرے گا۔ کیوں کہ اس گتھی کو سلجھانا حقیقت میں اپنے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈالنا ہے۔

سنجیدہ متین سمجھدار طبقہ کو اتنے ہی سے اطمینان ہو جانا چاہئے اور جسے اطمینان نہ ہو بتلائے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ روح اور مادہ قدیم ہیں اسے ایک شخص کافر کہتا ہے اور دوسرا شخص کافر نہیں کہتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی اسے ایک شخص کافر کہتا ہے اور دوسرا کافر نہیں کہتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود نہیں اسے ایک کافر کہتا ہے دوسرا کافر نہیں کہتا۔ کیا دونوں صحیح کہہ رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک صحیح کہہ رہا ہے۔ دوسرا غلط کہہ رہا ہے مگر مغالطہ عامۃ الورود مذکورہ کی بنا پر صلح کلیوں کو ماننا پڑے گا کہ دونوں صحیح ہیں۔ پھر امان اٹھ جائے گا۔ جس کا جو جی چاہے بکے کوئی ان سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ سارا دین سارا مذہب برباد۔ امان غائب خدا نا ترسوں کو چھٹی مل گئی وہ جو چاہیں بکیں

ناظرین حیرت میں ہوں گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ ناظرین اپنی حیرت دور کرنا چاہتے ہیں تو صلح کلیوں سے مندرجہ ذیل استفتا کر لیں اور ان سے کسی طرح جواب حاصل کر لیں۔ اگر کوئی صلح کلی ان سوالات کے جوابات دے دیگا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے جواب سے میں بتا دوں گا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان اقانیم اربعہ کے کفریات میں کیا فرق ہے۔

۱ ــــــــ زید نے کہا کہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا اس پر ایک عالم سے استفتار ہوا انہوں نے فتویٰ دیا کہ زید کافر ہے کیونکہ اس نے ضروریات دین میں سے ایک دینی ضروری عقیدہ کا انکار کیا اس لئے کہ کافروں کا جہنم میں جانا ضروریات دین سے ہے قرآن مجید کی سیکڑوں آیتوں سے ثابت ہے۔

ــــــــ دوسرے عالم سے یہ سوال ہوا انہوں نے جواب دیا کہ زید کو کافر کہنے سے کف لسان کرنا چاہئے کیونکہ اس کے کلام میں تاویل کی گنجائش ہے ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ قیامت کے دن سارے کافر مومن ہو جائیں

گے۔ جب وہ سب کچھ دیکھ لیں گے تو ایمان لانے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔ لیکن چونکہ معتبر ایمان بالغیب ہے قیامت کے دن کا ایمان معتبر نہ ہوگا۔ اس لئے جو دنیا میں کافر تھے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور جہنم میں ڈالتے وقت کافر نہ ہوں گے مومن ہوں گے اس لئے اس تاویل کی بنا پر یہ کہنا صحیح ہے کہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا ــــــــ علاوہ ازیں ہو سکتا ہے اس کی مراد کافر سے کافر بالطاغوت ہو جیسا کہ فرمایا گیا۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ ‏(البقرہ آیت ۲۵۶) جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے۔

۲ ــــــــ ایک شخص نے کہا کوئی مومن جنت میں نہیں جائے گا اس پر ایک عالم نے اس کی تکفیر کی۔ دوسرے نے کہا کہ میں کافر نہیں کہتا، ہو سکتا ہے اس کی مراد مومن بالطاغوت ہو بولئے ان دونوں میں کس مفتی کا فتویٰ صحیح ہے؟ اگر دوسرے عالم کا فتویٰ صحیح ہے تو پہلے عالم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جنہوں نے زید کو کافر کہا نیز کافر کو کافر کہنا ضروریات دین سے ہے۔ کافر کو کافر نہ ماننا کفر ہے تو پہلے مفتی کے فتوے کی رو سے دوسرے عالم کافر ہوتے ہیں کہ نہیں؟

۳ ــــــــ عمرو نے کہا کروڑوں معبود برحق ہیں عمرو سے مواخذہ کیا گیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ‏(البقرہ آیت ۱۶۳) ــــــــ تمہارا معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تم نے اس آیت کا انکار کیا اس لئے تم کافر ہو گئے عمرو نے جواب میں کہا کہ مجھے دارالعلوم دیوبند میں پڑھایا گیا ہے کہ تنوین کبھی تعظیم کے لئے آتی ہے اور "لا" کبھی نفی کمال کے لئے آتا ہے ــــــــ جیسے لافتی الا علی، لاسیف الا ذوالفقار کوئی جوان نہیں مگر علی۔ کوئی تلوار نہیں مگر ذوالفقار ــــــــ اس کی روشنی میں "اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ" میں "اِلٰـه" کی تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ اسی طرح

لَا اِلٰہَ میں " لا " نفی کمال کے لئے ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ بڑا معبود ایک ہے یہ اس کے منافی نہیں کہ چھوٹے چھوٹے کروڑوں معبود برحق ہوں مگر ایک مفتی نے عمرو کی اس تاویل کو قبول نہیں کیا اسے رد کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ عمرو بلاشبہ کافر و مرتد ہے جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ مگر ایک دوسرے مفتی نے فتویٰ دیا کہ چونکہ عمرو تاویل کرتا ہے اس لئے وہ مسلمان ہے۔

ناظرین خود دیوبند کے دارالافتاء میں سوال بھیج کر معلوم کریں کہ عمرو اور دوسرے مفتی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ہم چونکہ سمجھانے کے موڈ میں ہیں اس لئے ہم ناظرین سے یہی کہیں گے کہ اگر ہم کچھ کہیں تو بے جا یا سداری پر محمول کیا جائے گا اس لئے ضروری یہ ہے کہ کوئی صلح کلی یا وہابی ان سوالوں کا جواب دے۔

لیکن ہمیں معلوم ہے کہ کوئی صلح کلی یا کوئی وہابی ان سوالوں کے جوابات مرتے دم تک نہیں دے گا کون اپنے ہاتھ سے ذبح ہونے کے لئے تیار ہوگا۔

ہم پہلے بتا آئے کہ مسئلہ تکفیر بہت نازک اور دقیق ہے عوام تو عوام بہت سے علمائے کرام اسے سمجھنے سے عاجز رہتے ہیں لیکن قیامت تک اللہ کے ایسے بندوں سے زمین خالی نہیں ہوگی جو مشکل سے مشکل مسائل کو حل کر سکیں۔

اقول وباللہ التوفیق ٭ ہم نے پہلے شبہ کے جواب میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس میں جو بھی غور کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر روشن ہو جائے گا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلمات اور دیوبندیوں کے اقانیم اربعہ کے کلمات میں کیا فرق ہے؟ لیکن ہم ناظرین کی آسانی کے لئے اعادہ کئے دیتے ہیں۔

کلمات دو قسم کے ہیں ایک جو اپنے ظاہر معنی کے اعتبار سے کفر ہیں۔ مگر ان میں ایسے معنی کا بھی احتمال ہے جو کفر نہیں اور یہ احتمال صحیح ہو اگرچہ خفی و بعید ہو جیسے یہ جملہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا اس کا ظاہر معنی کفر ہے اور

یہ معنی کفری میں صریح و متبین ہے مگر اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ چونکہ قیامت کے دن قیامت کے احوال و اہوال دیکھ کر کوئی کافر نہیں رہے گا سب مسلمان ہو جائیں گے۔ ایسے کلمات کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ قائل کی مراد معنی کفری ہے تو وہ بلاشبہ قطعاً یقیناً کافر ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ قائل کی مراد وہ معنیٰ بعید ہے جو کفر نہیں تو وہ مسلمان ہے ——— اور اگر یہ معلوم نہیں کہ قائل کی مراد کیا ہے؟ تو اس کے بارے میں سکوت کیا جائے گا یہی محققین فقہاء اور متکلمین کا مذہب ہے جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مختار ہے۔

لیکن جمہور فقہاء ایسے کلمات کے قائل کو بھی کافر کہتے ہیں منح الروض میں ہے۔

عدم التکفیر مذھب المتکلمین و التکفیر مذھب الفقھاء فلا یتحد القائل بالنقیضین فلا محذور۔

عدم تکفیر ایسے کلمات میں متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر فقہا کا مذہب ہے اسلئے نقیضین کا قائل شخص واحد نہیں تو کوئی خرابی نہیں۔

دوسرے وہ کلمات جس کے ایک معنی ہوں یا چند اور سب کفری ہیں ان میں نہ تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ بعید کی جیسے یہ کہنا کہ اللہ عزوجل معبود نہیں ایسے کلمات کے قائل کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ وہ ضرور بالضرور حتماً جزماً کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلمات قسم اول سے ہیں اور دیوبندیوں کے اقانیم اربعہ کے کلمات قسم ثانی سے، جو کفری معنی میں متعین ہیں ان کا کوئی معنی خفی سے خفی بعید سے بعید ایسا نہیں جو کفر نہ ہو جس پر قائلین اور ان کے ہمنواؤں کی توجیہات اور علمائے اہل سنت کے رد شاہد عدل ہیں۔

دیوبندی تاویل کی حقیقت

بسط البنان میں تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت کی اور دوسری کتابوں میں دوسرے دیوبندی مولویوں نے ان کفری عبارات کی جو

توجیہیں کی ہیں وہ تاویل نہیں عبارت کی تغییر اور تبدیل ہے جس کی پوری تفصیل
وقعات السنان اور الموت الاحمر وغیرہ میں مذکور ہے۔ ان کتابوں کے چھپے ہوئے
ایک صدی کے قریب قریب ہو رہی ہے۔ مگر کسی دیوبندی سے ان کا جواب نہ
ہوسکا۔ یہ کتابیں تھانوی صاحب کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجی گئیں مگر دم سادھ
گئے۔ پھر میں نے دس سال پہلے ان سب ابحاث کا خلاصہ منصفانہ جائزہ میں لکھ
کر شائع کر دیا مگر ابھی تک صدائے برنخواست۔

ہم ناظرین کے اطمینان کے لئے صرف حفظ الایمان کی عبارت پر تھوڑا سا
کلام کئے دیتے ہیں۔ حفظ الایمان کی اصل عبارت یہ ہے۔

"پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید
صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے
یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو حضور ہی کی کیا تخصیص ہے
ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم
کے لئے بھی حاصل ہے۔"

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے اس علم غیب کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو حاصل ہے دو قسمیں کی ہیں۔ کل علوم غیبیہ اور بعض علوم غیبیہ۔ کل علوم غیبیہ کے
لئے بعد میں لکھا کہ اس کا حصول عقلاً ونقلاً باطل ہے۔ رہ گئے بعض علوم غیبیہ اس
کے بارے میں لکھا۔

اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب زید و عمرو و بکر بلکہ ہر
صبی (بچے) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (چوپایوں) کے
لئے بھی حاصل ہے۔

اس میں بلاشبہ یقیناً حتماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں پاگلوں جانوروں اور چوپایوں کے علم ایسا کہنا
بلاشبہ توہین ہے۔ اس عبارت کی توجیہ میں تھانوی صاحب کے خون گرم

حامی مولوی مرتضیٰ حسن در بھنگی توضیح البیان میں لکھتے ہیں۔

"عبارت متنازعہ میں لفظ "ایسا"، بمعنی اس قدر، واتنا ہے پھر
تشبیہ کیسی۔ نہ اس میں تشبیہ ہے نہ توہین" ص ۱۳

اس کا ماحصل یہ نکلا کہ اگر لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے ہوتا تو ضرور توہین ہوتی
مگر چوں کہ اس عبارت میں لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے نہیں اتنا اور اس قدر کے
معنی میں ہے اس لئے توہین نہیں۔ اب آیئے اس عبارت کے بارے میں در بھنگی
صاحب سے بھی بھاری بھرکم شخصیت کی توجیہ سنئے، دیوبندی برادری کے شیخ الاسلام
مولوی حسین احمد ٹانڈوی اپنے مشہور گالی نامے " الشہاب الثاقب میں لکھتے ہیں۔

"حضرت مولینا (تھانوی) اس عبارت میں لفظ "ایسا"، فرماتے
ہیں لفظ "اتنا" تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ "اتنا"، ہوتا تو اس وقت
البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اوروں کے علم
کے برابر کر دیا لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے۔"

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس عبارت میں بجائے ایسا کے اتنا ہوتا
تو لازم آتا تھا کہ تھانوی صاحب نے معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم کو ہر کس
و ناکس بچوں، پاگلوں، جانوروں چوپایوں گدھوں خچروں سوروں کے برابر کر دیا۔
اور یہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ اگر اس
عبارت میں بجائے لفظ "ایسا" کے لفظ "اتنا"، ہوتا تو اس میں ضرور حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کی توہین ہوتی مگر اس عبارت میں لفظ اتنا نہیں ایسا ہے جو کلمہ تشبیہ ہے
اب ناظرین ملاحظہ کریں در بھنگی صاحب نے کہا کہ اگر "ایسا"، کلمہ تشبیہ ہوتا تو اس
عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی اس لئے کہ لازم آتا کہ تھانوی
صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو خسیس رذیل چیزوں سے
تشبیہ دی ہے۔ اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ "ایسا"، کلمہ تشبیہ ہے
تو در بھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اس پر اجماع مؤلف ہو گیا کہ اس عبارت میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ اگر اس عبارت میں بجائے "ایسا" کے "اتنا" ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی۔ اور دربھنگی صاحب فرما رہے ہیں کہ اس عبارت میں لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے تو پھر دربھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اجماع مُولف ہوگیا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اقول ھوالمستعان :- یہ دیوبندی مولویوں کی چالاکی ہے کہ عوام کو لفظ "ایسا" کے بھول بھلیوں میں پھنسا کر بہکانا چاہتے ہیں۔

ہر عاقل منصف سوچے کہ اس عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کے لئے مانو تو بھی توہین ہے کیونکہ لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بچوں پاگلوں جانوروں چوپایوں گدھوں کتوں سوروں کے علم سے تشبیہ دی ہے یہ بلاشبہ توہین ہے جس سے کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا۔

اسی طرح اگر لفظ ایسا کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں تو لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بچوں و پاگلوں جانوروں و چوپایوں گدھوں کتوں سوروں کھٹملوں کے علم کے برابر کردیا اس میں یقیناً حتماً قطعاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

ثابت ہوگیا کہ حفظ الایمان کی عبارت کفری معنی میں متعین ہے اس کی جو بھی توجیہہ کی جائے وہ کفر ہی ہوگی۔ اس میں تاویل قریب تو دور کی بات ہے تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں۔ اور تھانوی صاحب نے خود جو کچھ لکھا ہے اور ان کے حامیوں نے جو کچھ کہا ہے وہ یا تو اس عبارت کی تاویل نہیں تغیر و تبدیل ہے۔ یا پھر وہ بھی کفر ہے جیسا کہ ہم نے ٹانڈوی صاحب اور دربھنگی صاحب کی توجیہہ سے ثابت کردیا۔

ایک اور توجیہہ کی حقیقت

مسلسل مناظروں میں زک اٹھانے کے بعد پوری پارٹی سر جوڑ کر اب ایک نئی توجیہہ کرنے لگی ہے۔ کہ اس عبارت میں "ایسا" کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی طرف نہیں بلکہ مطلق بعض کی طرف ہے۔

اس پر دو گذارش ہے پہلی یہ کہ اگر "ایسا" کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک نہ ہوتا مطلق بعض ہوتا تو ٹانڈوی صاحب کا یہ کہنا کیسے درست ہوتا؟

" اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کردیا"

ٹانڈوی صاحب کا یہ فرمانا اسی وقت درست ہوگا جب کہ لفظ ایسا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک مراد ہو۔

نیز دربھنگی صاحب نے لکھا۔

عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا"، بمعنی اس قدر و اتنا ہے پھر تشبیہہ کیسی؟ نہ اس میں تشبیہہ ہے نہ توہین۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس عبارت میں لفظ ایسا تشبیہہ کے لئے ہوتا تو اس میں توہین ہوتی اگر لفظ ایسا کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی طرف نہ ہوتا تو اسے تشبیہہ کے لئے ماننے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیسے ہوتی؟

واضح ہو کہ ٹانڈوی صاحب اور دربھنگی صاحب کی حیثیت عرفی دیوبندی برادری میں بہت بڑی ہے۔ اول دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام اور مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث اور جمعیۃ علماء ہند کے صدر تھے اور دربھنگی صاحب مدرسہ دیوبند کے ناظم تعلیمات اور تھانوی صاحب کے وکیل تھے۔ جب دیوبندی جماعت کے دو بھاری بھر کم گواہوں سے ثابت کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی طرف ہے۔ ان کے مقابل دیوبندی اطفال الموالی کی باتوں کا کیا اعتبار؟

دوسری گذارش یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں مطلق بعض مذکور ہی نہیں کہ اسکی طرف اشارہ ہو تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی دو قسمیں کی ہیں۔ کل علوم غیبیہ اور بعض۔ مقسم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک ہے کل علوم غیبیہ اور بعض اس کے اقسام ہیں مقسم کا اقسام پر صدق لازم ورنہ قسم، قسم نہ رہے گی اسے ہر مبتدی بھی جانتا ہے۔ جب حفظ الایمان کی عبارت میں مطلق بعض مذکور نہیں تو مطلق بعض کو "ایسا" کا مشارٌ الیہ ٹھہرانا ہوائی فائر ہے۔
ہاں عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل بعض علوم غیب مذکور ہے۔ "ایسا" سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور ایسا سے وہی مراد ہے اس لئے عبارت میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور یہ عبارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں متعین۔ نہ اس میں تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ تاویل بعید کی۔ اسی لئے علمائے حل وحرم عرب وعجم ہند وسندھ نے باتفاق فرمایا کہ اس عبارت کے لکھنے والے مولوی اشرف علی تھانوی اہانت رسول کرنے کی وجہ سے کافر ومرتد ہیں۔ ایسے کہ جو ان کے کفر پر مطلع ہو کر ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔
اور یہی حال تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کی عبارتوں کا بھی ہے کہ وہ دونوں بھی کفری معنی میں متعین ہیں ان میں تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں جس کو میں نے منصفانہ جائزہ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے اس لئے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان کا بہانہ بنا کر ان اقانیم اربعہ کی تکفیر سے کف لسان کرنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

اب ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کی اور فرمایا کہ جو شخص اس کے کفریات پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور اس کے کفریات میں کوئی تاویل مسموع نہیں اس کے دو جوابات ہیں

اوّل یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علامہ خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مختار جمہور فقہا کا مذہب ہو کہ وہ صریح متبین پر تکفیر کرتے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ تاویل کی اس میں گنجائش نہیں اس سے مراد تاویل قریب ہو اور ہم پہلے تفصیل سے بتا آئے کہ کسی کلام میں تاویل قریب کا نہ ہونا اس کے منافی نہیں کہ تاویل بعید بھی نہ ہو۔ اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مختار مذہب متکلمین ہے کہ جب قائل کی مراد معلوم نہ ہو تو وہ صریح متبین پر تکفیر نہیں کرتے کلام میں جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال باقی ہو تو کف لسان کرتے ہیں۔ اب کوئی تعارض نہیں۔ منح الروض کی عبارت پہلے گذر چکی ہے۔

عدم التکفیر مذهب المتکلمین والتکفیر مذهب الفقهاء فلا محذور

(ایسے کلمات میں تکفیر نہ کرنا متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر فقہاء کا مذہب اس لئے کوئی خرابی نہیں۔

دوم ــــ ایک مفتی کے سامنے ایک قول پیش ہوا ـــــ اور یہ مفتی واقعی مفتی ہے صحیح العقیدہ بھی ہے، خدا ترس بھی ہے، دیندار بھی ہے، ذہین وفطین بھی ہے، اس کی طبیعت اخاذ اور اس کا ذہن وقاد بھی ہے اس نے اس کلمہ میں حتی الوسع پورا پورا غور وخوض کیا اسے اس کلمہ میں کوئی اسلام کا پہلو نہیں ملا اس کو اس میں تاویل قریب تو قریب بعید تاویل بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ جس کی بنا پر اس نے اس کلمہ کو اپنی صوابدید کے مطابق کفری معنی میں متعین جانا ایسی صورت میں اس مفتی پر فرض ہے کہ وہ یہ فتویٰ دے کہ اس کلمہ کا قائل کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کفر پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔
لیکن وہی قول کسی اور مفتی کے سامنے پیش ہوا اس مفتی کو اس کلام میں کوئی تاویل سمجھ میں آئی اور قائل کی نیت معلوم نہیں تو اسے یہ حق ہے کہ احتیاطاً اس کے قائل کی تکفیر سے کف لسان کرے۔ اور اس سلسلہ میں خود میرے ساتھ متعدد واقعات پیش آئے۔

اول ـــــــ ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ کبھی کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عبادت۔ اس پر مفتی صاحبان سے استفتا رہا بہت سے مفتیان کرام نے قائل کو کافر کہا۔ مجھ سے بھی سوال ہوا میں نے جواب دیا کہ قائل کافر نہیں یہ قطعی یقینی ہے کہ اللہ عزوجل ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز میں سور اور بندر بھی داخل ہیں مگر علمار نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کو خالق القردۃ والخنازیر کہنا کفر ہے
ایک ظالم ایک بے گناہ کو قتل کرنے کے لئے دوڑا رہا ہے مظلوم ایک شخص کے گھر میں گھس گیا پیچھے پیچھے ظالم بھی آیا اس نے مالک مکان سے پوچھا کہ فلاں شخص تمہارے مکان میں تو نہیں چھپا ہے۔ علمار نے فرمایا کہ مالک مکان پر واجب ہے کہ کہے کہ نہیں، میرے مکان میں نہیں چھپا ہے وہ اس طرف بھاگ گیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور اسے یہی کہنا واجب اور ہر واجب عبادت تو ثابت ہو گیا کہ کبھی کبھی جھوٹ بولنا عبادت ہوتا ہے۔

شامی میں ہے۔

لو رای معصوما اختفی من ظالم یرید قتلہ او ایذاءہ فالکذب ھنا واجب
(ص۲۷۴ جلد خامس)

کسی بے گناہ کو دیکھا کہ وہ ایسے ظالم سے جان بچانے کے لئے چھپا ہوا ہے جو اسے قتل کرنا چاہتا ہے یا اسے ایذا پہنچانا چاہتا ہے تو یہاں جھوٹ بولنا واجب ہے۔

دوم ـــــــ اسی طرح ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن عام لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینے جائیں گے اور انبیار کرام اور اولیائے عظام اللہ تعالیٰ سے حساب لینے جائیں گے۔
ایک بہت مشہور، معتمد، مستند، محقق مفتی صاحب سے سوال ہوا تو انہوں نے حکم فرمایا کہ اس کا قائل کافر ہے۔ پھر یہی سوال میرے یہاں پیش ہوا میں نے جواب میں لکھا کہ عرف عام میں حساب لینے کا ایک معنی مزدوری لینے کا بھی آتا ہے مزدور بولتے ہیں کہ ہم حساب لینے جا رہے ہیں، ہمارا حساب وصول ہو گیا اس

تقدیر پر کلام مذکور کا معنی یہ ہوا کہ انبیار کرام اور اولیائے عظام بارگاہ خداوندی میں اپنے اعمال حسنہ کا ثواب حاصل کرنے جائیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس قسم کے قول سے احتراز کرنا چاہئے خصوصاً عوام کے سامنے۔
سوم ـــــــ بریلی شریف کے قیام کے زمانہ میں ایک طالب علم نے مشقی جلسہ میں تقریر کی۔ اس نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ اگر وہ گناہ پسند کرلیں تو عبادت ہو جاتی ہے اور میں یہ ذمہ داری سے بول رہا ہوں میرے پاس اس کا ٹھوس ثبوت موجود ہے قصداً نماز چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے مگر منزل صہبا پر مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر قضا کی۔ لیکن جب حضور نے اس کو پسند فرمالیا تو یہ عبادت ہو گئی تو اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی گناہ پسند فرمالیں تو وہ عبادت ہو جائے گی۔
اس پر کچھ طلبہ نے واہ واہ کی مگر کچھ طلبہ کو یہ بات کھٹکی انہوں نے اور لوگوں کی طرف رجوع کیا مگر معاملہ صاف نہیں ہوا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ تشریف فرما نہیں تھے اخیر میں معاملہ میرے یہاں پیش ہوا میں نے جواب تحریر کیا کہ یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گناہ پسند فرمالیں کلمہ کفر ہے۔ مقرر کو دھوکہ لگا منزل صہبا پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز قربان کرنا گناہ نہیں تھا بات یہ ہے کہ جب بیک وقت دو فرض عائد ہوں تو حکم یہ ہے کہ ان میں جو اہم ہو اس کو ترجیح دی جائے گی۔ منزل صہبا پر امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پر بیک وقت دو فرض عائد تھے۔
۱ ـــــــ اطاعت رسول ۲ ـــــــ ادائیگی نماز، ان دونوں میں اطاعت رسول اہم تھا۔ اسلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ترجیح دی اس وقت نماز عصر چھوڑنا گناہ نہیں تھا بلکہ بیک وقت عائد ہونے والے دو فرائض میں سے ایک کو اختیار کرنا تھا اور یہ گناہ نہیں بلکہ اگر اس کا برعکس کرتے تو گناہ

ہوتا۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضرت سعید بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پکارا وہ کچھ دیر کے بعد حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر سے حاضری کا سبب پوچھا، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے حاضری میں تاخیر ہوئی۔ فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (انفال آیت ۲۴)

اے ایمان والو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کیلئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔ (بخاری جلد ثانی ص ۶۶۹)

دوسری حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی ایسا ہی وارد ہے۔ ناظرین ان تینوں واقعات کو بغور پڑھیں اور ان کی روشنی میں میرے معروضات پر غور کریں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علمارکرام کی خدمت میں پیش ہوئے ہوسکتا ہے کہ باں جلالت شان وذکاوت وفطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی نہ قریب، نہ بعید، ان حضرات کی نظر میں اس کے کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے جن کی بنا پر ان حضرات نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔

لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے علم میں آئے تو بمصداق "فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ" ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگرچہ وہ بعید ہو، ضعیف ہو، اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کف لسان فرمایا

ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک طرف منتقل

نہیں ہوتا مگر ان سے کم درجے کے دوسرے فرد کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں۔ حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی اجلۂ تابعین میں سے ہیں۔ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص تلمیذ ہیں کوفہ تشریف لائے تو ان کے پاس طالبین کی بھیڑ جمع ہوگئی حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائی عہد تھا شہرت سنکر حضرت امام اعظم بھی حضرت قتادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے دریافت فرمایا کہ جس چیونٹی نے سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لشکر کو دیکھ کر یہ کہا تھا اے چیونٹیو! اپنی بلوں میں چلی جاؤ کہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تم کو کچل نہ ڈالے یہ چیونٹی نر تھی یا مادہ؟ یہ سوال سن کر حضرت قتادہ کچھ دیر تک سوچتے رہے پھر فرمایا مجھے نہیں معلوم، آپ بتاؤ وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ؟ حضرت امام اعظم نے فرمایا مادہ تھی۔ حضرت قتادہ نے پوچھا کیسے معلوم ہوا تو حضرت امام نے فرمایا اللہ عزوجل نے اس کے لئے مؤنث کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ ارشاد ہے "قَالَتْ نَمْلَةٌ"

قاضی ابن ابی لیلیٰ کوفے کے قاضی تھے اور بہت جاہ وجلال کے قاضی تھے جب سے قضاۃ اور ججوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک کے قاضیوں کے صف اول میں ان کا شمار ہوتا ہے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مجلس قضا سے اٹھ کر گھر جارہے تھے راستے میں ایک عورت کا کسی سے جھگڑا ہو رہا تھا عورت نے اس شخص کو یاابن الزانیین کہہ دیا یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت کو پکڑ کر مجلس قضاء میں لے چلو، یہ بھی واپس آئے اور مسند قضا پر بیٹھے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے قذف کی دوہری سزا دی جائے یعنی ایک سو ساٹھ کوڑے مارے جائیں۔ جب امام اعظم کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ ابن ابی لیلیٰ نے اس میں چھ غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ مجلس قضاء سے باہر آنے کے بعد دوبارہ فوراً واپس آکر فیصلے کیلئے بیٹھے

۲۔ مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا۔
۳۔ عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہیئے انہوں نے کھڑی کرا کے درے لگوائے۔
۴۔ ایک ہی حد لازم تھی انہوں نے دو جاری کی۔
۵۔ ایک ساتھ لگاتار دو حدیں لگوائیں حالانکہ اگر کسی پر دو حد لازم بھی ہو تو ایک حد کے بعد ملزم کو چھوڑ دینا چاہیئے جب اس کے زخم اچھے ہو جائیں تو دوسری حد لگانی چاہیئے۔
۶۔ جسے عورت نے ابن الزانیین کہا تھا اس نے مطالبہ نہیں کیا تھا تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا حق نہ تھا۔

غرض کہ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ کسی چیز کی طرف ایک بڑے کا ذہن نہیں گیا اور دوسرے کا چلا گیا اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ علامہ فضلِ حق خیر آبادی وغیرہ کا ذہن اس ضعیف اور بعید احتمال کی طرف نہیں گیا اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ذہن مبارک اس طرف منتقل ہوا۔ ان حضرات نے اسمٰعیل دہلوی کے کفریات کو کفری معنی میں متعین جانا اور اسے قطعی طور پر کافر کہا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیق میں وہ صریح متبین تھا اس لئے کف لسان فرمایا۔

دیکھئے مولانا عبد الحیٔ لکھنوی کو لے لیجئے ان کے جامع معقول و منقول ہونے میں کسی کو کلام نہیں مگر کتنے مسائل میں ان سے صریح غلطیاں ہوئیں ہیں مثلاً ان سے سوال ہوا کہ "ہدایت علی" نام رکھنا جائز ہے یا نہیں ؟ انہوں نے جواب کہ ایہام شرک کی وجہ سے یہ نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہدایت علی کے دو معنی ہیں ارارۃ الطریق اور ایصال الی المطلوب، اور "علی" اسمائے عزوجل سے بھی ہے اور مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اسم گرامی ہے۔ اب احتمالات چار ہوئے ہدایت سے مراد ارارۃ الطریق اور علی سے مراد باری عزاسمہٗ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب اور علی سے مراد باری عزاسمہٗ یہ تینوں احتمالات صحیح ہیں چوتھا احتمال یہ ہے کہ ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب

اور "علی" سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس صورت میں سائل نے اس کو اسمائے شرکیہ میں سے شمار کیا اور لکھا کہ جو نام اسمائے شرکیہ اور غیر شرکیہ میں دائر ہو اس سے احتراز واجب ہے۔

جناب مولانا عبد الحیٔ صاحب نے سائل کی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے حکم اس پر یہ لکھا کہ چونکہ لفظ ہدایت بھی مشترک ہے اور لفظ علی بھی مشترک ہے اس لئے ہدایت علی نام رکھنے میں امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے اور ایسے نام رکھنے سے احتراز لازم جس میں امر غیر مشروع کا ایہام ہو۔

(مجموعہ فتاویٰ عبد الحیٔ جلد دوم ص۴۵-۴۶)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ ہدایت علی نام رکھنا جائز ہے یا ناجائز ؟ جواب تحریر فرمایا ہدایت کا جواز ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں۔ ۱۲

مولوی عبد الحیٔ صاحب لکھنوی کے اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اول کلام میں تو صرف خلاف اولیٰ ٹھہرایا تھا آخر کلام میں ناجائز و گناہ قرار دے دیا حالانکہ یہ محض غلط ہے اس پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے انیس ایرادات فرمائے ہیں جو احکام شریعت میں مفصل مذکور ہیں۔ جن میں سے دو تحریر کر دیتا ہوں۔ مولانا نے محض اپنے اس زعم پر کہ اس میں معنی شرک کا احتمال ہے۔ اِسے ایہام شرک قرار دے کر ناجائز لکھ دیا، حالانکہ محض احتمال اور چیز ہے اور ایہام اور شئی۔ دیگر محض احتمال سوٗ سے کوئی کلمہ ناجائز نہیں ہوتا ہاں ایہام سوٗ ضرور عدم جواز کا باعث فرماتے ہیں۔

ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال ولو ضعیفاً و بعیداً ایہام و احتمال میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں تبادر درکار ہے۔ ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے۔ نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کے بھی نکل سکے

تلخیص میں ہے۔

الایھام ان یطلق لفظ لہ معنیان قریب وبعید ویراد بہ البعید	ایہام یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور بعید اور معنی بعید مراد لیا جائے۔

علامہ سید شریف قدس سرہٗ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں۔

الایھام ویقال لہ التخییل ایضًا ان یذکر لفظ لہ معنیان قریب وغریب فاذا سمعہ الانسان سبق الی فھمہ القریب ومراد المتکلم غریب	ایہام ہی کو تخییل بھی کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور غریب جب اسکو کوئی انسان سنے تو اس کا ذہن قریب کی طرف سبقت کرے اور متکلم کی مراد معنیٔ غریب ہو۔

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع وطعن سے خالی رہے گا۔ نماز میں وتعالیٰ جدك تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں گے۔ "جد" کے دوسرے مشہور و معروف بلکہ مشہور تر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ عجب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا ـــــ تو یہ بات وہی ہیکہ ایہام میں تبادر وسبقت واقربیت درکار ہے۔ وہی ممنوع ہے نہ مجرد احتمال۔

دوسرا ایراد یہ فرمایا جو بہت دلچسپ ہے۔

سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبد اللہ میں شرک سے سوال کیا تھا حضرت مجیب نے اپنی نبالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا تاکہ اپنے نام نامی کو ایہام شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔ عبد الحیٔ میں دو جزء ہیں اور دونوں کے دو دو معنی ایک عبد مقابل اِلٰہ دوسرا مقابل آقا۔ قال تعالیٰ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ	اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا نکاح کرو۔

دیکھو حق سبحانہٗ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ یونہی ایک "حی" اسم الٰہی کہ حیات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ واجبہ سے مشعر اور دوسرا من وتو وزید وعمرو سب پر صادق جس سے آیت کریمہ "تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ" وغیرہا مظہر اب اگر عبد معنی اول اور حی معنی دوم لیجئے قطعًا شرک ہے۔

وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود عبد الحی ایہام شرک سے کیونکر محفوظ۔ اس سے بھی احتراز لازم تھا یعنیہٖ یہی تقریر مولوی عبد الحیٔ صاحب کے نام میں بھی جاری ہوگی ملاحظہ ہو کہ یہ تشقیق وتدقیق کہاں تک پہنچی۔

اقول! عبد الحیٔ عبد الحلیم ہی کی تخصیص نہیں مسلمانوں کے اکثر نام اسی زد پر ہیں مثلاً عبد العلی، عبد الحلیم، عبد الرشید، عبد السمیع، عبد البصیر، عبد الحفیظ، عبد العزیز عبد الرحیم، عبد الکریم، عبد الرؤف وغیرہ یہ سب اسمار مولٰینا عبد الحیٔ صاحب کے اس فتویٰ کی رو سے موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ٹھہریں گے۔ مجھے بتانا یہی ہے کہ اس کی صدہا نظیریں موجود ہیں کہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک بات کی طرف نہیں گیا لیکن دوسرے علمار کا ذہن اس طرف گیا۔ اسی طرح اسمٰعیل دہلوی کے کفریہ کلمات میں اس ضعیف اور بعید احتمال کی طرف اگر استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ذہن نہیں گیا اور انہوں نے اپنی دانست میں ان کلمات کو کفری معنی میں متعین جانا اور قائل کو قطعی یقینی کافر کہا مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ذہن مبارک کسی ضعیف بعید ایسے پہلو کی طرف منتقل ہوا جس کی بنا پر کف لسان فرمایا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی یہ کہے کہ جیسے استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت کو اسمٰعیل دہلوی کی کفریات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی جس کی بنار پر انہوں نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کی۔ ـــــ مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو ان کلمات میں

تاویل نظر آ گئی جس کی بنا پر انہوں نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں کف لسان کیا۔

اسی طرح اس کا امکان ہے کہ اساطین دیوبند کے کلمات کفریہ میں آئندہ کسی صاحب کو کوئی تاویل سمجھ میں آ جائے جس کی بنا پر وہ کف لسان کرے اس پر دو گذارش ہے۔

اوّل :- محض اس احتمال پر کہ شاید آئندہ کسی صاحب کو ان میں کوئی تاویل سمجھ میں آ جائے قائل کو کافر نہ کہنا کسی طرح جائز نہیں ورنہ وہی خرابی لازم آئے گی کہ پھر کسی کلمۂ کفر کے بکنے والے کو کافر کہنا درست نہ ہوگا۔ اب نہ قادیانیوں کو کافر کہنا درست ہوگا نہ چکڑالویوں کو اسلئے کہ سب کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ شاید آئندہ ان کے کفریات کی کوئی تاویل نکل آئے۔ بنار کار اس پر ہے کہ جس مفتی کے سامنے مسئلہ پیش ہے اسے از خود یا کسی کے بتانے سے اس کلمہ میں کوئی تاویل ملی یا نہیں اگر نہیں ملی تو اس پر فرض ہے کہ قائل کو کافر ہونے کا فتویٰ دے اس توہم پر کہ شاید آئندہ کوئی صاحب کوئی تاویل نکالدیں تکفیر سے کف لسان کرنا خدا نا ترسوں کو کفریات بکنے پر جری کرنا ہے۔

دوم :- دوسری خاص بات یہ ہے کہ علمائے دیوبند کو یہ احتمال اس وقت مفید ہوتا اگر انہوں نے اپنی عبارتوں کی توجیہہ میں کچھ کہا نہ ہوتا۔ ان سب نے اپنی اپنی عبارتوں کی توجیہیں کی ہیں۔ جن میں سے کچھ ایسی ہیں جن کا ان عبارتوں سے کوئی لگاؤ نہیں اور خود ان کی تصریحات کی معارض ہیں یا پھر وہ توجیہات کفر ہی ہیں جس کی نظیر حفظ الایمان کی عبارت کی توجیہہ میں گذری۔

پہلی کی مثال تحذیر الناس کی عبارت میں یہ کہنا ہے کہ نانوتوی صاحب کی مراد یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی نہیں بلکہ آخری نبی اور خاتم بالذات دونوں کے ہیں۔

یہ توجیہہ خود تحذیر الناس ص۱۴ اور ص۲۷ کی عبارتیں رد کر رہی ہیں جن میں

صاف صاف لکھا ہوا ہے۔

> بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ ص۱۴
>
> بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد میں کسی نبی کا پیدا ہونا آخری نبی ہونے کے منافی ہے۔ اب اگر خاتم النبیین کا معنی نانوتوی صاحب کے نزدیک آخری نبی ہونا بھی ہوتا تو وہ کیسے لکھتے کہ پھر بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے اور اس سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

ص۱۴ اور ص۲۷ کی یہ دونوں عبارتیں کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء نہیں مانتے اور خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین تسلیم نہیں کرتے اسلئے مذکورہ بالا توجیہ خود نانوتوی صاحب کی تصریح سے باطل ہے۔

توضیح مزید جو کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو بعض کفر ہو اور بعض کفر نہ ہو ایسے کلام کا کہنے والا اس وقت کفر سے بچے گا جب کہ وہ بتائے کہ میری مراد وہ معنی ہے جو کفر نہیں اور اس معنی کا اس کلام میں احتمال بھی ہو یعنی اس کلام کا وہ معنی صحیح ہو اور اگر قائل نے اپنی مراد ایسے معنی کو بتایا جو خود کفر ہو یا اس معنی کی گنجائش اس کلام میں قطعاً نہ ہو تو قائل یقیناً حتماً کافر ہے کسی دوسرے کی تاویل صحیح اس کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔ درمختار وغیرہ میں ہے۔

اذا کان فی المسئلۃ وجوہ توجب الکفر وواحد یمنعہ فعلی المفتی المیل لما یمنعہ ثم لونیتہ ذالک فمسلم والا لم ینفعہ حمل	جب مسئلے میں چند وجہیں ہوں تو مفتی پر واجب ہے کہ اس معنی پر حکم لگائے جو کفر نہیں۔ اب اگر قائل کی مراد وہی معنی ہے تو وہ مسلمان ہے ورنہ مفتی کا اس معنی پر حمل کرنا قائل کو نفع

المفتی علی خلافہ نہ دے گا۔

اس قسم کا واقعہ مجھ پر گذر چکا ہے ایک صاحب نے اپنی تقریر میں کہا قرآن مجید اللہ کی بنائی ہوئی کتاب ہے۔ اس پر ایک عالم نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے کہا قرآن اگر اللہ کی بنائی ہوئی کتاب نہیں تو کس کی بنائی ہوئی ہے؟ ان عالم نے فرمایا کسی کی بنائی ہوئی نہیں عقائد میں تصریح ہے۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق معاملہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے مقرر صاحب سے فرمایا کہ آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔ انہوں نے توبہ کر لیا۔

پھر سال دو سال کے بعد مقرر صاحب نے فرمایا کہ میری مراد کلام لفظی تھی۔ اس پر ایک مفتی صاحب نے مقرر صاحب سے کہا اگر واقعی آپ کی مراد یہ تھی تو جب حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو توبہ کرنے کا حکم دیا تھا اس وقت آپ بتاتے اس وقت آپ نے نہیں بتایا اور چپ چاپ توبہ کر لیا تو ثابت ہو گیا کہ آپ کی مراد یہ نہیں تھی بعد میں آپ نے سوچ کر نکالا ہے اس لئے یہ مفید نہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ اب جب کہ ان کفری عبارتوں کے قائلین نے ان عبارتوں کی جو توجیہات و تاویلات کیں وہ ان عبارتوں کے منافی و معارض ہیں۔ ان کا ان عبارتوں سے کوئی تعلق نہیں خود انہیں کتابوں کی دوسری عبارتیں اسے رد کر رہی ہیں لہذا وہ تاویلات کفری معنی میں متعین ہیں۔ تو اب جب کہ ان کو جہاں جانا تھا جا چکے اب کسی کا ان عبارتوں کی کوئی تاویل صحیح نکالنا ان کو مفید نہیں ہو سکتا۔ ان کو مفید اس وقت ہوتا جب یہ ثابت ہوتا کہ ان کی نیت یہ معنی صحیح تھی لیکن انہوں نے اپنی مراد یہ معنی نہیں بتایا بلکہ ان عبارتوں سے متعلق اُن ملی بے جوڑ باتیں لکھیں اور کہیں اسلئے وہ کفر سے نہیں بچ سکتے یہ اخیر کی گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ ان کفری عبارتوں کی کوئی صحیح تاویل کوئی صاحب نکال سکیں مگر ہمیں یقین ہے کہ قیامت تک کوئی صاحب ان عبارتوں کی کوئی ضعیف سی ضعیف بعید سے بعید ایسی تاویل نہیں نکال سکتے جو ان کو کفر سے بچا سکے۔

وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا

اور جو ایڑیوں پر پلٹ جائے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ ——— (سورۂ آل عمران آیت ١٤٤)

دیوبندیوں کا فقہ حنفی سے ارتداد

از

محقق عصر علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی مصباحی

نائب مفتی واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔ اعظم گڑھ یوپی

ناشر

دائرۃ البرکات۔ کریم الدین پور۔ برکات نگر۔ گھوسی ضلع مئو

کیا نابالغ کا حدث اسکے لئے ناقضِ طہارت ہے؟

(پہلا مسئلہ)

اگر دس بارہ برس کا لڑکا ایک مرتبہ وضو کرے تو پھر چاہے پیشاب کرے یا پاخانہ، خون نکلے، یا پیپ، ہر حالت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ـــــ وضو کیا ہوا لوہے کی لاٹ ہے نہ توڑے سے ٹوٹے، نہ کاٹے سے کٹے، ـــــ اگر ایسا لڑکا کسی عورت سے صحبت کرے تو اس پر غسل بھی فرض نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ا ص ۲۴۷ کی عبارت یہ ہے۔ "نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو، نہ جنب۔ انہیں وضو و غسل کا حکم عادت ڈالنے اور آداب سکھلانے کے لئے ہے، ورنہ کسی حدث سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہے۔"

(ندائے عرفات ص ۴۷)

اس دیوبندی ایڈیٹر نے یہاں مسئلہ شرعیہ کا مذاق بھی اڑایا ہے اور خیانت بھی کی ہے۔ خیانت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اصل عبارت یہ ہے۔

"نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو، نہ جنب۔" الخ

اور شاخسانہ نویس نے اسے بگاڑ کر یوں بیان کیا کہ۔

"اگر دس بارہ برس کا لڑکا ایک مرتبہ وضو کرے تو پھر چاہے پیشاب کرے یا پاخانہ ـــ ہر حالت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔"

ناظرین غور کریں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے نابالغ کا حکم فرمایا ہے اور یہ دیوبندی بارہ برس کے لڑکے کا بھی وہی حکم بیان کر رہا ہے۔ بیچارے کو کیا خبر

کہ بارہ برس کا لڑکا بالغ بھی ہو سکتا ہے ـــــ اپنے کسی مولوی سے پوچھ لیں کہ بارہ برس کا لڑکا بالغ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ بھی اہل سنت و جماعت سے اس مسئلے میں اتفاق رائے کر لیں اور جواب میں "ہاں" کہیں تو پھر جناب والا ارشاد فرمائیں کہ جو حکم نابالغ کے لئے تھا اس کو بارہ برس کے لڑکے پر چسپاں کرنا کون دھرم ہے۔

یہ مسئلہ احناف کا ایک مسلم الثبوت مسئلہ ہے جس کی شہادت فقہ حنفی کی معتمد اور متداول کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اگر شاخسانہ نویس نے فتاویٰ رضویہ شریف خود دیکھا ہوتا تو انہیں اس میں مل گیا ہوتا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا ہے، یا ہو سکتا ہے کہ آنجناب نے دیکھا ہو مگر بیچارے الف، ب، ت، ث، یا زیادہ سے زیادہ क. ख. ग. اور A. B. C. D. کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہ ہوں ورنہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اسی صفحے پر یہ عبارت موجود ہے۔

فاِنّ حکم الحدث انما یلحق المکلف وقد نصّوا۔ ان مراهقًا جامَعَ اِو مراهقة جُومِعَت انما یومران بالغسل تخلقا واعتیادًا کما فی الخانیة و الغنیة وغیرهما وفی الدّر۔ یومر به ابن عشر تادیبًا فحیث لم یسقط الفرض لانعدام الافتراض لم یرتفع الحدث ایضًا لانعدام الحکم به اھ

(فتاویٰ رضویہ ص ۲۴۷ جلد ا)

بیشک حدث کا حکم صرف مکلف (عاقل بالغ) کو لاحق ہوتا ہے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قریب بلوغ لڑکے نے جماع کیا، یا قریب بلوغ لڑکی سے جماع کیا گیا تو ان دونوں کو صرف عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ "خانیہ" "غنیہ"، اور انکے علاوہ فقہ کی دوسری کتابوں میں ہے اور "درمختار" میں ہے کہ ـــ دس سال کے لڑکے کو ادب سکھانے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا، ـــ تو جب کہ فرض نہیں ساقط ہوا کیونکہ ان پر غسل کرنا فرض ہی نہیں تھا تو حدث بھی نہیں اٹھا اس لئے کہ ان پر حدث

کا حکم ہی نہیں تھا۔

فتاویٰ قاضی خاں میں امام اجل فقیہ النفس حضرت علامہ فخر الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

غلام ابن عشر سنین جامع امرأته البالغة علیها الغسل لوجود السبب۔ وھو مواراة الحشفة بعد توجه الخطاب ولا غسل علی الغلام لانعدام الخطاب الا انه یؤمر بالغسل اعتیاداً وتخلقاً کما یؤمر بالطھارة والصلاۃ۔ اھ

دس سال کے بچے نے اپنی بالغہ بیوی سے جماع کیا تو عورت پر غسل واجب ہے کہ سبب وجوب پالیا گیا یعنی خطاب الٰہی متوجہ ہونے کے بعد عورت کے آگے کے مقام میں حشفہ کا غائب ہونا۔ البتہ اس بچے پر غسل واجب نہیں کیونکہ اسکے حق میں خطاب معدوم ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ عادت ڈالنے کیلئے اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ عادت ڈالنے کیلئے طہارت اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

(ص۲۱ ج ۱ م نول کشور)

غنیہ میں ہے۔

صبیٌ ابن عشر جامع امرأته البالغة علیھا الغسل لوجود مواراة الحشفة بعد توجه الخطاب۔ ولا غسل علی الغلام لانعدام الخطاب الا انه یؤمر به تخلقاً کما یؤمر بالوضوء والصلاۃ۔ اھ۔

دس سال کے بچے نے اپنی بالغہ عورت سے جماع کیا تو عورت پر غسل واجب ہے کہ وہ احکام شرعیہ کی مخاطب ہے اور مقام خاص میں حشفہ کا دخول پایا گیا۔ ہاں اس بچے پر غسل واجب نہیں کہ وہ احکام شرعیہ کا مخاطب نہیں ہے البتہ اسے عادت ڈالنے کیلئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ اسی مقصد کے تحت وضو اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

(غنیہ ص۴۶)

فتاویٰ عالم گیری جلد اول ص۱۵ میں ہے۔

غلام ابن عشر سنین جامع

دس سال کے بچے نے بالغ عورت سے

امرأة بالغةً فعلیھا الغسل ولا غسل علی الغلام الا انه یؤمر بالغسل تخلقاً واعتیاداً کما یؤمر بالصلاۃ تخلقاً واعتیادا اھ

جماع کیا تو عورت پر غسل ہے اور اس لڑکے پر غسل نہیں ــــ مگر عادت ڈالنے کے لئے اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ عادت ڈالنے کے لئے نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

درمختار شرح تنویر الابصار جلد اول ص۱۰۹ میں ہے۔

لو کان مکلفین ــــ ولو احدھما مکلفاً فعلیه فقط دون المراھق ــــ ویؤمر ابن عشر تادیباً اھ

(حشفہ غائب ہونے سے دونوں پر غسل واجب ہے) بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ان میں ایک مکلف ہو تو صرف اسی مکلف پر واجب ہے اور جو بالغ ہونے کے قریب ہے اس پر غسل نہیں البتہ دس سال کے بچے کو ادب سکھانے کیلئے غسل کا حکم دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ "مکلف" عاقل بالغ شخص کو کہتے ہیں۔

"مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" میں ہے۔

فیلزمھما الغسل لو مکلفین و یؤمر به المراھق تخلقا اھ

ان دونوں پر غسل واجب ہے اگر دونوں مکلف ہوں اور مراہق کو غسل کا حکم عادت ڈالنے کے لئے دیا جائے گا۔

(ص۵۸ مراقی)

طحطاوی علی المراقی میں خلاصہ پھر مبسوط کے حوالہ سے ہے۔

ای لا علیه۔ لکنه یمنع من الصّلاۃ حتی یغتسل کما فی الخلاصة عن الاصل وفی الخانیة یؤمر به ابن عشر اعتیادا وتخلقا کما یؤمر بالطھارة والصلاۃ اھ

نابالغ بچے پر غسل نہیں جیسا کہ خلاصہ میں اصل یعنی مبسوط سے ہے البتہ وہ نماز سے روکا جائے گا۔ اور خانیہ میں ہے کہ دس سال کے بچے کو غسل کا حکم عادت ڈالنے کیلئے دیا جائیگا جیسا کہ طہارت اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

رد المحتار علی الدر المختار اور قنیہ ص۱۰ میں ہے۔

(قولہ المکلفین) ای عاقلین، بالغین (وقولہ، تادیباً) فی الخانیہ وغیرھا یؤمر بہ اعتیاداً وتخلقاً۔ کما یؤمر بالصلوۃ والطھارۃ۔ وفی القنیۃ قال محمد "وطی صبیۃ یجامع مثلھا یستحب لھا ان تغتسل"۔۔۔ کانہ لم یر جبرھا وتادیبھا علی ذالک اھ

(ص ۱۰۹ ج ۱)

"مکلف" سے مراد عاقل، بالغ ہیں۔ خانیہ اور اسکے علاوہ قنیہ کی دوسری کتابوں میں ہے کہ نابالغ کو عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیساکہ نماز اور طہارت کا حکم دیا جاتا ہے۔۔۔ اور قنیہ میں ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ۔ مرد نے ایسی نابالغ بچی سے ہمبستری کی کہ اس جیسی لڑکی سے جماع کیا جاتا ہو تو اس بچی کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ گویا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو غسل کرنے پر مجبور کرنے کو جائز نہیں جانتے تھے۔

ان عبارتوں سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ نابالغ بچے یا بچی کو وضو، یا غسل کا حکم محض ان امور کی عادت ڈالنے اور شریعت کے آداب سکھانے کے لئے ہے ورنہ کسی بھی حدث سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی جماع کرنے سے ان پر غسل واجب ہوتا ہے۔

پس یہیں سے پورے طور پر اس بات کا ثبوت بھی فراہم ہو گیا کہ مجدد برحق، امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے جو مسئلہ زیب قرطاس کیا ہے وہ بلاشبہ امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب مہذب کی سچی ترجمانی ہے۔۔۔۔۔۔ یہاں یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ اس مسئلہ خاص کے متعلق کہیں بھی، کسی کتاب میں، کسی کا کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ائمہ احناف علیہم الرحمۃ والرضوان کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور ایک متفق علیہ حکم شرعی کا مذاق اڑانا کتنا بڑا جرم ہے دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے منصفو بتاؤ۔

حکم مذکور کا بنیادی سبب

یہ حقیقت ہے کہ وضو یا غسل حدث کی وجہ سے واجب ہوتا ہے اور یہ مسلم ضابطہ ہے کہ فرض وواجب وغیرہ احکام کا تعلق ان لوگوں کی ذات سے ہے جو عاقل بالغ ہیں اور نابالغوں پر کوئی چیز فرض یا واجب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وضو یا غسل عاقل وبالغ پر فرض ہے جیساکہ صاحب درمختار ومراقی الفلاح نے فرمایا "لو مکلفین" جس کی تشریح علامہ شامی نے اپنے الفاظ میں "عاقلین بالغین" سے کی اس کا مطلب یہ ہے کہ "مرد و عورت پر جماع سے غسل اس وقت واجب ہے جب کہ وہ مکلف یعنی عاقل وبالغ ہوں"۔ اور نابالغوں پر غسل واجب نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ مکلف نہیں ہیں، جیساکہ فتاویٰ خانیہ وغنیہ میں یہ حکم بیان کر کے صاف صاف تحریر کیا۔ "لِعَدمِ الخطاب، لانعدام الخطاب" یعنی نابالغ بچہ، یا بچی فرائض وواجبات کے احکام کے مخاطب نہیں ہیں اس وجہ سے ان پر غسل بھی واجب نہیں۔

اب یہیں سے اس امر کا کامل طور پر انکشاف ہو جاتا ہے کہ پاخانہ، پیشاب، خون، پیپ یا جماع وغیرہ کے باعث حدث وجنابت کا حکم صرف ان لوگوں پر ہوگا جو احکامِ فرض وواجب کے مخاطب اور عاقل وبالغ ہیں۔ اور وہ لوگ جن کو شریعت طاہرہ نے ان احکام کا مکلف نہ ٹھہرا کر سن بلوغ تک ایک طرح سے آزادی عنایت کی ہے ان پر کسی بھی سبب سے حدث یا جنابت کا حکم نہیں عائد ہوگا۔۔۔ یا بلفظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ۔۔۔ شریعت طاہرہ نے جس پر وضو یا غسل کو فرض قرار دیا ہے اسی پر حدث کا حکم بھی جاری کیا ہے اور جس پر ان فرائض کی ذمہ داری عائد نہیں کی ہے اس کو حکم حدث سے بھی بری اور مستثنیٰ کر دیا ہے۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ۔۔۔ حدث کا حکم صرف عاقل وبالغ کو لاحق ہوگا کسی نابالغ پر حدث کا حکم نہیں نافذ ہوگا۔۔۔ پس جب یہ بات اپنی جگہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ "نابالغ پر شریعت نے حدث کا حکم نہیں نافذ کیا ہے"۔ تو یہیں سے

روز روشن کی طرح یہ بات بھی آشکارا ہوگئی کہ وہ پیشاب کرے، یا پاخانہ اس کے جسم سے خون نکلے یا پیپ۔ وہ محدث نہیں ہوگا، اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا یونہی جماع کرنے سے اس پر جنابت نہیں طاری ہوگی اور اس پر غسل کے واجب ولازم ہونے کا فیصلہ نہیں دیا جائے گا۔

اور حدیث میں جو فرمایا گیا کہ۔

مُرُوا اَبْنَاءَ کُمْ بالصَّلٰوۃِ وھم ابناء سبع سنین۔ واضربوھم علیھا وھم ابناءُ عشر سنین

جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انھیں مار کر پڑھاؤ۔

تو یہ اس لئے نہیں فرمایا گیا کہ نابالغوں پر نماز فرض ہے بلکہ اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ بچے بالغ ہونے تک نماز پڑھنے کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لیں اور انھیں نماز پڑھنے کی عادت پڑ جائے ——— جیسا کہ خانیہ، غنیہ، عالمگیری، طحطاوی اور شامی کے حوالے سے بیان ہوا، خانیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

اِلَّا أنّہ یؤمر بالغسل اعتیاداً وَتخلقاً کما یؤمر بالطھارۃ والصلاۃ اھ۔ ص۲۱ ج۱

نابالغ کو عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا۔ جیسا کہ وضو اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے

یہاں تک ہم نے مبسوط سے لے کر رد المحتار تک فقہ حنفی کی دس کتابوں سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ حق وصداقت کا آئینہ دار اور مذہب حنفی کی صحیح ترجمانی ہے۔ اور دیوبندی اس سے انکار کرتے ہیں یہ مذہب حنفی سے ارتداد ہے۔

آئینۂ دیوبند

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ دیوبندیوں کی تسکین خاطر ان کتابوں سے نہ ہوگی جنکی تصریحات ہدیۂ ناظرین ہوئیں اس لئے ہم آئینۂ دیوبند میں ان کو انھیں کے گھر کا

مشاہدہ کراتے ہیں تاکہ انھیں بھی اعتراف حق میں کوئی غدر اور حیلہ باقی نہ رہے۔ اور ناظرین پر ان کی حق پرستی، وراست گوئی کا بھرم کھل جائے۔

فتاویٰ امدادیہ کا ایک فتویٰ

دیوبندی جماعت کے ایک عظیم رکن اور حکیم الامۃ جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"یہ علامت بلوغ کی نہیں۔ ہاں مراہقہ (یعنی لڑکی کے قریب بلوغ) ہونے کی دلیل ہے جماع سے اس پر غسل فرض نہیں۔ البتہ تعلیماً واعتیاداً وتادیباً (یعنی سکھانے، عادت ڈالنے اور ادب دینے کے لئے) اس پر تاکیدِ غسل کی جاوے گی"۔ (ص۱ جلد اول)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے صاف لکھا ہے کہ۔ اگر مراہقہ یعنی قریب البلوغ لڑکی سے کسی نے ہمبستری کی تو اس پر غسل فرض نہیں۔

بہشتی زیور کا ایک مسئلہ

یہی مولوی صاحب موصوف اپنی دوسری تصنیف بہشتی زیور میں اس سے زیادہ واضح لفظوں میں لکھتے ہیں کہ

"مسئلہ:۔ چھوٹی لڑکی سے اگر مرد نے صحبت کی جو ابھی جوان نہیں ہوئی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ لیکن عادت ڈالنے کے لئے اس سے غسل کرانا چاہیئے"۔

(بہشتی زیور حصہ اول ص۳۷ مطبع محمود المطابع کانپور وص۴۹ مطبوعہ دین محمدی)

بہشتی گوہر کا بیان

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی مرد کسی کمسن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ گرے"۔

(ص۱۹ مطبع رزاقی کانپور۔ ص۱۵ مطبع مجیدی)

یہ تینوں مسائل اگرچہ نابالغہ بچی کے متعلق ہیں مگر یہی حکم نابالغ بچے کا بھی ہوگا کیونکہ نابالغہ بچی سے جماع کی وجہ سے اس پر غسل آخر کیوں نہیں واجب ہوتا۔؟ اسکی علت وہی ہے جو اجلۂ فقہائے حنفیہ نے بیان فرمائی کہ وہ نابالغی کی وجہ سے احکام الٰہیہ کی مخاطب نہیں تو پھر یہ علت نابالغ بچے کے حق میں بھی موجود ہے لہٰذا دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بوسہ

مفسد نماز ہے یا نہیں؟

دوسرا مسئلہ

"مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کی خواہش پیدا ہوئی تو نماز جاتی رہی اگرچہ یہ فعل اس کا اپنا فعل نہ تھا۔ اور عورت نماز پڑھتی ہو مرد بوسہ لے عورت کی خواہش پیدا ہو تو عورت کی نماز نہ جائے گی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۶۷)

باشاء اللہ خان صاحب کی شریعت کیا ہے ایک اچھا خاصہ تماشہ اور کھیل ہے صورت ایک ہے لیکن مرد کی نماز نہیں ہوگی اور عورت کی ہو جائے گی۔" (ندائے عرفات ص ۴۹)

کسی شخص کا جاہل ہونا ضرور عیب ہے مگر اتنا بڑا عیب نہیں جتنا بڑا عیب یہ ہے کہ جاہل ہوتے ہوئے اپنے آپ کو علامہ حتیٰ کہ فقیہ و مفتی بھی سمجھنے لگے ؎

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابد الدہر بماند

آدمی اگر جاہل ہو اور اسے معرفت نفس بھی حاصل کہ میں جاہل ہوں تو جو بات اسے معلوم نہ ہو، یا اس کی سمجھ میں نہ آئے اس کو علماء سے پوچھتا ہے لیکن جاہل ہوتے ہوئے جہل مرکب میں مبتلا ہو کر یہ سمجھے کہ میں ہمہ داں ہوں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہالت کے دلدل میں پھنسا رہے گا۔ دیوبندیوں کی خاص بیماری یہی ہے کہ وہ ہوتے ہیں جاہل مطلق مگر اپنے کو مجتہد عصر سمجھتے ہیں، یہی بیماری "ندائے عرفات" کے اس مضمون نگار میں بھی ہے۔ الٹا سیدھا مضمون لکھ لینا اور بات ہے اور دقائق فقہیہ کو سمجھنا اور بات۔ مسئلہ مذکورہ میں فرق واضح ہے مگر کسی کالم نگار یا ایڈیٹر کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اپنی سمجھ پر ماتم کرنا چاہئے، حکم شرعی کا مذاق اڑا کر شریعت کو بازیچۂ اطفال بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔"

اس مسئلہ کی بنیاد فقہ حنفی کے دو مسلم الثبوت اصولوں پر ہے۔

اصل اول:- کسی نمازی کی نماز دوسرے کے فعل سے فاسد نہیں ہوتی مگر اس وقت جب کہ دوسرے کے فعل سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو نماز فاسد کرنیوالی ہو ______ مثلاً نمازی کے سامنے کوئی ہنس رہا ہو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر مصلی بھی ہنسنے لگے تو مصلی کی نماز فاسد ہو جائے گی ___ یا ___ کسی نے نمازی کو مارا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی جب تک کہ وہ چیخے نہیں یا آواز نہ نکلے ______ لیکن نمازی اگر کسی کو مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ درمختار میں ہے۔

مَعَهٗ حَجَرٌ فرمابه ..... انسانا تفسد كضرب ولو مرةً لانّهٗ مخاصمةٌ او تاديبٌ او ملعبةٌ وهو عمل كثير۔ اھ (ص ۸۷ ج)

نمازی کے پاس پتھر تھا اس کو کسی انسان پر پھینکا تو نماز فاسد ہو جائے گی جیسے کسی کو مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو اسلئے کہ یہ جھگڑا کرنا ہے یا ادب دینا ہے یا کھیل کرنا ہے اور یہ عمل کثیر ہے۔

اصل ثانی:- جو چیز جماع کے دواعی سے ہے نماز میں اس کا ارتکاب مفسد نماز ہے۔ چنانچہ غنیہ میں ہے۔

ولو قبّل ھو أي المصلي امراتہ بشھوۃ او بغیر شھوۃ فسدت صلاتہ اھ ص۴۴۹

نمازی نے اپنی بیوی کو بوسہ لیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی چاہے شہوت کے ساتھ اس نے بوسہ لیا ہو یا بغیر شہوت کے۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ بوسہ مرد لے تو یہ اس کے حق میں "معنیٔ جماع" میں ہے۔

لیکن اگر بوسہ عورت لے تو یہ مرد کے حق میں "معنیٔ جماع" ہے یا نہیں، قابل غور ہے، فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ جماع مرد کا فعل ہے عورت کا نہیں۔ اور اس پر انہوں نے احکام بھی متفرع کئے ہیں پس اگر عورت نے مرد کا بوسہ لیا اور مرد کو خواہش پیدا ہوئی تو یہ خواہش بھی مرد کے حق میں "معنی جماع" میں ہے کہ وہ فاعلِ جماع ہے لیکن عورت کے حق میں خواہشِ "معنیٔ جماع" میں نہیں کہ وہ فاعل جماع نہیں ہے

اب فتاویٰ رضویہ شریف کا مسئلہ لیجئے اور وجہ فرق سمجھئے۔

"مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کو خواہش پیدا ہوئی نماز جاتی رہی۔"

یہ اسلئے نہیں کہ عورت نے بوسہ لیا کیونکہ یہ بوسہ لینا غیر نمازی کا فعل ہے اسلئے اس کا بوسہ لینا۔ اور نہ لینا کالعدم ہے۔ جیساکہ اصل اول میں گذرا بلکہ نماز اسلئے فاسد ہوئی کہ عورت کے بوسہ لینے سے مرد کو خواہش پیدا ہو گئی اور بوسے کے بعد جماع کی خواہش "جماع کے معنی" میں ہے تو نمازی سے حالت نماز میں مفسد نماز کا صدور ہوا ——— یہی مفاد ہے درمختار وغیرہ کی اس عبارت کا۔

لا لو قبلتہ ولم یشتھھا[1] اھ

عورت نے مرد کا بوسہ لیا اور اسے خواہش نہیں پیدا ہوئی تو نماز نہیں فاسد ہوگی۔

[1] درمختار ص۴۲۲ ج ۱ شامی ص۴۲۲ ج ۱ بحوالہ خلاصہ۔ غنیہ ص۴۴۹، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، طحطاوی علی المراقی۔ خزانۃ الروایات قلمی ص۲۲۹ ذخیرہ، خزانۃ الفتاویٰ

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مرد کو خواہش پیدا ہو گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اب دوسرا مسئلہ لیجئے۔

"عورت نماز پڑھتی تھی مرد بوسہ لے عورت کو خواہش پیدا ہو تو عورت کی نماز نہ جائے گی۔"

یہ اسلئے کہ جب عورت کی خواہش "جماع کے معنی" میں نہیں تو نمازی کی جانب سے کوئی چیز مفسدِ نماز نہ پائی گئی پس اس صورت میں نماز کے فاسد ہونے کا حکم بلا سبب ہوگا۔ ——— رہ گیا مرد کا بوسہ لینا تو وہ نماز پر اثر انداز نہیں ہوگا جیساکہ ہم اصل اول میں بتا آئے کہ غیر نمازی کا فعل نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

اسی لئے مجتبیٰ شرح زاہدی اور جوہرہ نیرہ میں یہی صراحت فرمائی جسے محقق ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے بحر میں اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ درمختار میں نقل فرمایا چنانچہ رد المحتار میں ہے۔

ھذا۔ وذکر فی البحر عن شرح الزاھدی انہ لو قبّل المصلیۃ لا تفسد صلاتھا ومثلہ فی الجوھرۃ۔ اھ (ص۴۲۲ ج ۲)

بحر الرائق میں شرح زاہدی کے حوالہ سے ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھنے والی عورت کا بوسہ لیا تو عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اسی کے مثل جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اس عبارت کو نقل کر کے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ۔

وعلیہ فلا فرق اھ (ص۴۲۲ ج ۱) اور اس بنا پر کوئی فرق نہیں ہے

یعنی مرد عورت کا بوسہ لے، یا عورت مرد کا بوسہ لے دونوں میں کوئی فرق نہیں ——— یا یوں کہئے کہ ——— غیر نمازی سے دواعی جماع کا صدور نماز کو فاسد نہیں کرتا چاہے یہ صدور مرد سے ہو یا عورت سے۔

خلاصۂ کلام :- یہ ہوا کہ فتاویٰ رضویہ شریف کے دونوں مسئلوں میں نماز کے فاسد ہونے اور نہ ہونے کا جو حکم ہے اس کا مدار مرد یا عورت کے بوسہ

لینے پر نہیں اسلئے کہ وہ غیر نمازی کا فعل ہے جو نمازی کی نماز کو فاسد نہیں کرسکتا۔

"مسئلہ اولیٰ" میں نماز کے فاسد ہونے کا حکم اس لئے نہیں کہ عورت نے اس کا بوسہ لے لیا بلکہ اس بنار پر ہے کہ عورت کے بوسہ لینے سے خود مرد کو نماز میں خواہش پیدا ہوئی اور بوسہ کے بعد مرد کو جماع کی خواہش ہونا جماع کے معنی میں ہے تو اس صورت میں نمازی سے نماز کی حالت میں مفسدِ صلاۃ کا صدور ہوا، اس لئے نماز فاسد ہوگئی اور دوسرے مسئلہ میں عورت کو خواہش پیدا ہوئی مگر عورت کی خواہش جماع کے معنی میں نہیں اس لئے اس کی نماز نہیں فاسد ہوگی۔

الغرض:۔ مدار کار غیر کا بوسہ لینا نہیں بلکہ مدار کار خود نمازی سے حالت نماز میں مفسدِ نماز کا صدور یا عدم صدور ہے بوسہ کے بعد اگر جماع کی خواہش مرد کو ہے تو مفسدِ نماز ہے اور اگر عورت کو ہے تو مفسد نماز نہیں اس لئے کہ فاعل جماع مرد ہے نہ کہ عورت۔

یہاں یہ نہ کہا جائے کہ مجتبیٰ کتب ضعیفہ سے ہے کیونکہ یہ مسئلہ جوہرہ نیرہ میں بھی ہے جو کتب معتمدہ سے ہے۔

ویسے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اکثر فقہار کا موقف یہ ہے کہ شوہر کے بوسہ لینے سے عورت کی نماز فاسد ہوجائے گی جس کی توجیہہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "جد الممتار" میں یہ فرمائی ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی کو شہوت کے ساتھ بوسہ لینا جماع کے معنی میں ہے اور جماع مفسدِ نماز۔ (ص۲۹ ج ۱)

اس طرح اس باب میں فقہار کے دو قول ہوئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے کہ شوہر کے بوسہ لینے سے عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس میں عورت کی طرف سے نماز کے منافی کوئی فعل نہ پایا گیا مگر اکثر فقہار کا قول بھی باقوت ہے اس لئے "جد الممتار" حاشیہ "رد المحتار" میں فرماتے ہیں کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ اکثر کے قول پر عمل کیا جائے۔ رقم طراز ہیں

کتب الزاھدی غیر موثوق بھا — زاہدی کی کتابیں قابل وثوق نہیں۔ لہٰذا وہ

فلا تقاوم الخلاصۃ وغیرھا من الکتب المعتبرۃ والجوھرۃ وان کانت معتمدۃ فالعمل بما علیہ الاکثر، ھو الأحوط

خلاصہ وغیرہا کتب معتمدہ کے مقابل نہیں ہوسکتیں اور جوہرہ نیرہ اگرچہ فقہ کی معتمد کتاب ہے تاہم عمل اکثر کے قول پر ہے اور یہی احوط ہے۔

(ص ۲۹۶ ج اول، طبع اول)

یہاں تین باتیں ہیں۔

(الف) ____ اصل حکم

(ب) ____ احتیاط

(ج) ____ احوط ____ یعنی زیادہ احتیاط

تو فتاویٰ رضویہ کا مسئلہ اصل حکم کے مطابق ہے اور "جد الممتار" کا احوط کے مطابق۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ نماز تو فاسد نہ ہوگی لیکن زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ عورت نماز دہرالے۔

اس کی بنیاد دراصل اس ضابطۂ فقہیہ پر ہے کہ کسی مسئلہ میں فقہار کے درمیان اختلاف ہو تو مستحب یہ ہے کہ عمل میں دونوں قولوں کا لحاظ کیا جائے اس پر اجماع ہے۔ درمختار میں ہے۔

یندب للخروج من الخلاف، لاسیما للامام لکن بشرط عدم ارتکاب مکروہِ مذھبہ اھ

یہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے احوط پر عمل کا فیصلہ کرکے اسی مندوب پر عمل کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شرمگاہ کی تری پاک
یا
ناپاک ہونے کی بحث

تیسرا مسئلہ

”بکری کا بچہ اسی وقت پیدا ہوا، ابھی اس کا بدن رطوبت رحم سے گیلا ہے اسے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی تو کچھ حرج نہیں ہے اگر یہ بچہ پانی میں گر گیا تو پانی ناپاک نہ ہوگا، اس لئے کہ شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۵۷۶)

”خان صاحب بریلوی کی اس فقہ دانی کی داد دینی چاہئے۔ اگر خدانخواستہ خان صاحب تھوڑے دن اور زندہ رہ جاتے تو حیض و نفاس کے خون کو بھی پاک بتلا دیتے۔“ العیاذ باللہ

(ندائے عرفات ص ۴۵)

چوتھا مسئلہ

”گائے، بکری، کسی پاک جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی تری کی حالت میں جو وقت پیدائش کے بدن پر ہوتی ہے، کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی پاک رہے گا۔“

(فتاویٰ رضویہ ص ۵۶۳ ج ۱)

”رضا خوانی بھائیو! خانصاحب کے اس نوایجاد مسئلہ کی بنا پر

کیا آپ اس ناپاک پانی پینے کے لئے تیار ہو، تو پی کر دکھاؤ، ورنہ خدا سے شرما کر خان صاحب کے اس جدید مذہب کو ترک کر دو۔ اور صدق دل سے توبہ کر لو۔“

(ندائے عرفات ص ۵۲ و ص ۴۶)

ان دونوں مسئلوں کا ماحصل صرف یہ ہے کہ —— **شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے** —— اس لئے اگرچہ بچے کا بدن ابھی شرمگاہ کی رطوبت (تری) سے گیلا ہو تاہم اس کو گود میں لینے، یا اس کے پانی میں گرنے سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا لہذا نماز صحیح ہوگی۔ اور پانی بھی ناپاک نہ ہوگا لہذا اس سے وضو و غسل درست ہوگا۔

یہ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا جدید مذہب اور نو ایجاد مسئلہ نہیں، بلکہ یہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب ہے۔

فقہ حنفی کی معتمد و مستند کتاب درمختار اور جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اما عندہ فھی طاھرۃ، کسائر رطوبات البدن۔ جوھرۃ۔ اھ

(الدرالمختار علی ھامش ردالمحتار ص ۲۰۸ ج ۱)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے جیسے بدن کی دوسری رطوبتیں (پسینہ، ناک کا پانی، رال وغیرہ پاک ہیں۔

ردالمحتار میں علامہ شامی نے اس عبارت پر نوٹ تحریر کیا۔

(قولہ: اما عندہ) أی عند الامام الاعظم۔ وظاھر کلامہ فی اٰخر الفصل الاٰتی: انہ المعتمد۔ اھ

(ردالمحتار ص ۲۰۸ ج ۱، نعمانیہ)

یہ مسلک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور صاحب درمختار کے کلام سے جو اس فصل کے آخر میں آرہا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی معتمد ہے۔

فتاویٰ تتارخانیہ میں بھی یہی منقول ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

نقل فی التاترخانیۃ: ان رطوبۃ

تتارخانیہ میں منقول ہے کہ پیدائش کے

الولد عند الولادۃ طاھرۃ۔ اھ

وقت بچے کے جسم پر جو رطوبت ہوتی ہے وہ پاک ہے۔

(۲۳۳ ج ا۔ ۲۰۸ ج ا)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

ان رطوبۃ المخرج لیست بنجسۃٍ اھ۔ (ص ۲۵، فصلٌ فی مسائل الآبار۔)

بلاشبہ شرمگاہ کی تری ناپاک نہیں۔

دیوبندیو! کیا امام اعظم اور دوسرے اجلۂ فقہائے حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے بارے میں بھی یہ جسارت کرو گے کہ شرمگاہ کی تری پاک ہے تو اسے چاٹو؟ گستاخانِ رسول سے یہ کچھ بھی بعید نہیں۔

مسلمان بھائیو! آپ لوگ غور فرمائیں کہ جب پاک جانور شرمگاہ کی رطوبت لعاب اور پسینہ وغیرہ کی طرح سے پاک ہے تو اس رطوبت سے جو بچہ گیلا ہو اس کے اٹھانے، یا پانی میں گرنے سے کپڑا یا پانی کیوں ناپاک ہوگا، اس لئے اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے جو مسئلہ بیان فرمایا وہ حنفی مذہب کے عین مطابق ہے۔

پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے نہیں بیان کیا ہے، بلکہ آپ نے حلبی کبیر کا ایک جزیہ نقل فرمایا ہے جو عربی زبان میں جسے عام لوگ سمجھ نہیں سکتے تو آپ نے اس کا فائدہ عام کرنے کے لئے اردو زبان میں اسی کا مطلب خیز ترجمہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ ص ۵۶۳ ج ا۔ میں اسی موقع پر حلبی کا جزیہ یوں منقول ہے۔

السخلۃ اذا وقعت من امھا رطبۃ فی الماء لا تفسدہٗ کذا فی کتب الفتاویٰ اھ

(حلبی کبیر ص ۱۵۰)

گائے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں گر گیا اور وہ ابھی شرمگاہ کی رطوبت سے گیلا تھا تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ ایسا ہی کتب فتاویٰ میں ہے۔

تو یہ مسئلہ حلبی کبیر و کتب فتاویٰ کا ہوا، اسے اعلیٰ حضرت کا نو ایجاد مسئلہ قرار دینا کتنا بڑا جھوٹ اور فریب ہے۔

ہم کو غلط کہو، تو تمہاری ادا ہے یہ
پر سچ بتلایئے کہ یہ کس کا قصور ہے

نیز یہ مسئلہ فقہ حنفی کی بہت سی کتب شروح و کتب فتاویٰ میں بھی واضح لفظوں میں موجود ہے، نمونہ کے طور پر کچھ جزیات اور ملاحظہ فرمایئے۔

ا۔ خزانۃ الفتاویٰ ص ۱۳ میں ہے۔

البیضۃ اذا خرجت من الدجاجۃ فوقعت فی الماء رطبۃ۔ او یبست ثم وقعت فی الماء۔ لا تفسد الماء والثوب۔ و ھٰکذا حکم السخلۃ رطبۃً او یابسۃً فی قیاس قول ابی حنیفہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔ اھ

(خزانۃ الفتاویٰ ص ۱۳)

انڈا مرغی کے شکم سے باہر نکلا، اور فوراً اسی تری کی حالت میں پانی میں گر پڑا، یا خشک ہونے کے بعد پانی میں گرا تو یہ انڈا نہ پانی کو فاسد کرے گا (کہ وہ وضو و غسل کے لائق نہ رہ جائے) اور نہ ہی کپڑے کو (کہ اسے پہن کر نماز نہ ادا کی جاسکے) اور امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے قول پر قیاس کے مطابق یہی حکم گائے اور بکری کے بچہ کا ہے (یعنی پانی اور کپڑا ناپاک نہوں گے۔) چاہے وہ ابھی شرمگاہ کی تری سے گیلا ہو یا خشک ہو چکا ہو۔

۲۔ ردالمحتار علی الدر المختار کے باب الانجاس میں ہے۔

نقل فی التاترخانیہ ان رطوبۃ الولد عند الولادۃ طاھرۃ۔ وکذا السخلۃ اذا خرجت من امھا، وکذا البیضۃ۔ فلا یتنجس بھا الثوب ولا الماء اذا وقعت

تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ نقل فرمایا کہ پیدائش کے وقت بچے کے جسم پر (شرمگاہ کی) جو رطوبت ہوتی ہے وہ پاک ہے اسی طرح گائے یا بکری کا بچہ جس وقت وہ اپنی ماں کے شکم سے باہر آئے (پاک ہے) اور اسی طرح انڈا بھی۔ پس ان کے (مثلاً گود میں

فیه لکن یکره التوضی به للاختلاف۔ وکذا الانفحة هو المختار۔اھ
(شامی ص۲۳۳ ج ۱۔ ایضاً ص۲۰۶ ج ۱)

اٹھالینے کے سبب سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ اور اگر ان میں سے کوئی پانی میں گر پڑے تو نجس نہیں ہوگا، ہاں اختلاف کی وجہ سے اس پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور یہی حکم انفحہ[1] کا ہے یہی مسلک مختار ہے۔

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ پیدائش کے وقت بچے کے جسم پر جو رطوبت لگی ہوتی ہے وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کے مطابق پاک ہے اس وجہ سے اس بچے کو گود میں اٹھانے، یا اس کے پانی میں گر جانے سے کپڑے یا پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ وہ بدستور طاہر اور پاک رہیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ کپڑا پاک ہے تو اسے زیب تن کرکے نماز ادا کرنے میں شرعاً کوئی حرج لاحق نہیں ہوگا۔

۴۔ فتاویٰ قاضی میں ہے۔

بیضة سقطت من الدجاجة فی مرقةٍ او ماء۔ لا تفسد ذالك وکذ السخلة اذا سقطت من امها ووقعت فی الماء مبتلة لا تفسد اھ
(ص ، ج ۱)

انڈا مرغی کے پیٹ سے شوربے یا پانی میں گر پڑا تو وہ انھیں فاسد نہ کرے گا۔ اور اسی طرح گائے یا بکری کا بچہ جس وقت اپنی ماں کے پیٹ سے باہر نکلا اور شرمگاہ کی تری سے بھیگا ہی تھا کہ پانی میں گر پڑا تو وہ پانی کو ناقابل طہارت نہ کرے گا۔

۵۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

لا ینجس المائع وقوع بیضة

مرغی کے پیٹ سے نکلنے والا تر انڈا کسی

[1] انفحہ: بکری کا جو بچہ ابھی صرف دودھ ہی پیتا ہو اس کے پیٹ سے دودھ جیسی ایک چیز نکالتے ہیں اور کپڑے میں لت پت کر لیتے ہیں پھر وہ پتھر کی مانند گاڑھا ہو جاتا ہے عوام اس کو مجبنہ کہتے ہیں۔

طریة من بطن دجاجة ولا وقوع سخلة من بطن امها ولو کانت رطبة مالم یعلم ان علیهما قذرا لان رطوبة المخرج لیست بنجسة اھ
(طحطاوی علی مراقی ص۲۵ فصل فی مسائل الآبار)

رقیق بہنے والی چیز میں گر کر اسے ناپاک نہیں کرے گا اور نہ ہی گائے یا بکری کا بچہ جو ابھی ماں کے شکم سے باہر آیا ہو، اگرچہ وہ (شرمگاہ کی رطوبت سے) بھیگا ہوا ہو، جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی اسلئے کہ شرمگاہ کی تری ناپاک نہیں ہے۔

۶۔ غنیة المستملی شرح منیة المصلی اور صغیری میں ہے

السخلة اذا وقعت من امها رطبة فی الماء لا تفسده اھ (وزاد فی الغنیة) کذا فی کتب الفتاویٰ اھ
(غنیہ ص۱۵۰ و ص۸۳)

گائے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی اسی تری کی حالت میں جو پیدائش کے وقت اسکے بدن پر ہوتی ہے، پانی میں گر جائے تو وہ پانی کو ناقابل طہارت نہ کرے گا فتاویٰ کی کتابوں میں ایسا ہی مذکور ہے۔

۸۔ فتح القدیر شرح ہدایة میں ہے۔

لو وقعت البیضة من الدجاجة فی الماء رطبة او یبست ثم وقعت۔ وکذا السخلة اذا سقطت من امها رطبة اویبست لا یتنجس الماء اھ (ص ۳۵ ج ۱۔ باب الماء الذی یجوز به الوضوء و ما لا یجوز)

۹۔ ومثله فی البحر الرائق شرح کنز الدقائق ص۹۴ ج ۱)

۱۰۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وقشر البیضة الخارجة والسخلة الساقطة من امها وهی مبتلة طاهرة عند ابی حنیفة۔ کذا (۱۱) فی المحیط السرخسی اھ (ص۱۳ ج ۱ فصل فیما لا یجوز به التوضی)

۱۲۔ خزانۃ الروایات میں ہے۔

۱۲۔ فی العتابیۃ: السخلۃ والبیضۃ خرجت ووقعت فی الماء لا یفسدہ رطبۃ کانت او یابسۃ وکذا الانفخۃ من الشاۃ المیتۃ طاھرۃ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھو المختار۔

ان کتابوں کی تصریحات کا حاصل بھی یہی ہے کہ انڈا یا گائے بکری کا بچہ جو ابھی مرغی یا اپنی ماں کی شرمگاہ کی رطوبت سے گیلے ہوں اور پانی میں گر جائیں تو یہ پانی پاک ہے کیونکہ وہ انڈا یا بچہ گیلے پن کی حالت میں بھی پاک ہے۔

شرمگاہ کی تری کے پاک ہونے کی تائید میں ہم نے نمونے کے طور پر مذہب حنفی کی پندرہ فقہی کتابوں مثلاً: (۱) محیط سرخسی (۲) فتاویٰ قاضی خاں (۳) فتح القدیر (۴) بحر الرائق (۵) غنیہ (۶) عالمگیری (۷) طحطاوی (۸) درمختار (۹) ورد المحتار وغیرہ سے فقہائے کرام کے واضح بیانات تحریر کردیئے اور روز روشن کی طرح یہ ثابت کر دکھایا کہ رطوبتِ فرج کے پاک ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہی مسلک معتمد ہے ______ تو اب میں شاخسانہ نویس صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اپنے بقول شرمگاہ کی رطوبت چاٹنے کے لئے تیار ہو، اگر ہو تو چاٹ کر دکھاؤ، ورنہ خدا سے شرما کر اپنی اس عناد پرستی اور احناف دشمنی سے باز آجاؤ اور صدق دل سے توبہ کرلو۔

مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی علم الفقہ میں یہ لکھتے ہیں۔

"زندہ عورت بچہ جنے اور وہ بچہ اسی وقت کنوئیں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔" ص۱ ج۱

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت بوادر النوادر ص۲۱۳ پر لکھتے ہیں۔ ______

امام صاحب و صاحبین مختلف ہیں اور بوجہ ابتلاء کے اصل جواب میں قول بالطہارت پر فتویٰ دیا گیا ہے ______ پھر اسی کتاب کے ص۳۴۲ پر ردالمحتار کی وہ عبارت جو ہماری اس کتاب کے ص۸ پر درج ہے نقل کرنے کے بعد ہی حکیم جی لکھتے

ہیں۔

"اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن امام صاحب کا مذہب ہونے کے سبب بھی اور اس زمانے میں ضرورت ہونے کا سبب بھی اسی کو کہے کہ وہ پاک ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔"

اور شاخسانہ نویس صاحب نے جو یہ لکھا کہ یہ پانی جب پاک ہے تو اسے پی کر دکھاؤ۔ اس پر ہماری گذارش ہے کہ یہ دیوبندی یہ بتائے کہ انسان کا تھوک، پان کی پیک، ناک کی ریٹھ دیوبندی مذہب میں بھی پاک ہے آپ پہلے ان سب کو چاٹ لیجئے پھر ہم سے رحم کی رطوبت پینے کا مطالبہ کیجئے پھر جب آپ کے حکیم الامت صاحب نے اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا ہے تو پہلے آپ اسے چاٹ لیں پھر ہم سے بات کریں۔

جناب من آپ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں پھر ہم سے بات کریں، آپ کے حکیم الامت کے وطن تھانہ بھون میں ایسے باذوق گزرے ہیں جنھوں نے عورت کی شرمگاہ کی رطوبت کو روٹی لگاکر کھایا ہے۔ لیجئے افاضات الیومیہ جلد ۳ ص۱۱۱، چہارم ص۴۱۷، اٹھاکر دیکھئے۔ تھانوی صاحب نے اپنی خانقاہ شریف میں راہِ سلوک طے کرنے والوں کے سامنے اپنی زبان فیض ترجمان سے بیان فرمایا۔

"مکتب کے لڑکوں نے حافظ جی کو نکاح کی ترغیب دی کہ حافظ جی نکاح کرلو بڑا مزہ ہے، حافظ جی نے کوشش کرکے نکاح کیا اور رات بھر روٹی لگا لگا کر کھائی مزہ کیا خاک آتا صبح کو لڑکوں پر خفا ہوتے ہوئے آئے کہ سسرے کہتے تھے کہ بڑا مزہ ہے بڑا مزہ ہے ہم نے روٹی لگاکر کھائی ہمیں تو نہ نمکین معلوم ہوئی نہ میٹھی نہ کڑوی۔ لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی مارا کرتے ہیں ______ آئی شب حافظ جی نے بیچاری کو خوب زدوکوب کیا ے جوتا، دے جوتا ______ تمام محلہ جاگ اٹھا اور جمع ہوگیا اور حافظ جی کو برا بھلا کہا پھر صبح کو آئے اور کہنے لگے سسروں نے

دق کر دیا رات ہم نے مارا بھی کچھ بھی مزہ نہ آیا اور رسوائی بھی ہوئی ___
___ تب لڑکوں نے کھول کر حقیقت بیان کی کہ مارنے سے یہ مراد ہے
___ اب جو شب آئی تب حافظ جی کو حقیقت منکشف ہوئی ___
صبح کو جو آئے تو مونچھوں کا ایک ایک بال کھل رہا تھا اور خوشی میں بھرے ہوئے تھے"۔

ناظرین تھانوی صاحب کے ان کلمات طیبات کو بغور پڑھیں اور خود نتیجہ اخذ کریں کہ خانقاہ امدادیہ میں بیٹھ کر تھانوی صاحب جو رشد و ہدایت کا سبق دیتے تھے وہ کس قسم کا تھا۔ ایسی فحش بات ایک شریف آدمی تنہائی میں بھی اپنے بے تکلف دوستوں سے بھی کہنا گوارہ نہیں کرے گا مگر تھانوی صاحب اللہ والوں کے مجمع میں بلا تکلف مزہ لے لے کر بیان فرماتے تھے اور صرف ایک ہی بار نہیں بیان فرمایا بار بار بیان فرمایا ہے اٹھا کر دیکھئے الافاضات الیومیہ جلد ۱ ص ۲۲۷ نیز جلد ۳ ص ۱۱۱ نیز جلد ۴ ص ۱۷۴۔

اب شاخسانہ نویس صاحب بتائیں کہ وہ تو ہمیں مشورہ دے رہے تھے کہ شرمگاہ کی رطوبت جب پاک ہے تو اسے پیو اور ان کے یہاں تو روٹی لگا کر کھائی گئی ہے۔ شاخسانہ نویس صاحب کو چاہئے کہ اپنے بزرگوں کی سنت پر خود عمل کریں۔

کافر و مرتد کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے ___ یا ___ نہیں؟

پانچواں مسئلہ

"اگر وہابی نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں؟
جواب ___ نکاح تو ہو ہی جائے گا، اس واسطے کہ نکاح باہمی ایجاب و قبول کا نام ہے اگرچہ برہمن پڑھائے چونکہ وہابی کے پڑھانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہذا احتراز لازم ہے"۔
(احکام شریعت ص ۹)

رضاخوانی بھائیو! دیکھو تمہارے مقتدا و گرو نے یہ کیسا عجیب و غریب اور نادر فیصلہ کیا ہے کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو تو ضد و نفسانیت سے وہابی کہا جاتا ہے اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اور برہمن جو کروڑوں دیوتاؤں کو پوجنے والا ہے اور اللہ و رسول کا منکر ہے اس سے نکاح پڑھوانا جائز ہے ___ غالباً یہی خانصاحب کا نیا مذہب ہے جس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے"۔
(ندائے عرفات ص ۵۶)

جناب! یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا نیا مذہب نہیں ہے بلکہ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے جسے عہد قدیم سے امت مسلمہ کے کثیر علماء صلحاء اور فقہاء و مشائخ نے اختیار کیا ہے ___ البتہ حنفی ہونے

کا دعویٰ کر کے مسلک احناف پر آپ کے حملے کرنے کا یہ انداز ضرور نیا ہے۔

ساغر نہ مینا اور نہ پیمانہ نیا ہے
ساقی تیرا انداز ظریفانہ نیا ہے

اس سے پہلے کہ میں اصل حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی کروں ایک نکتہ ذہن نشین کیجئے۔

ایک نکتہ کافر و مرتد کے پڑھائے ہوئے نکاح کا صحیح اور منعقد ہو جانا اور بات ہے اور "ان سے نکاح پڑھوانا حرام ہے" یہ اور بات ہے دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔

یہ ایک متفق مسئلہ ہے کہ "جب شئی کے ارکان و شرائط پائے جاتے ہیں تو وہ شئی موجود اور متحقق ہو جاتی ہے اگرچہ کسی اور وجہ سے اس کے تحقق میں کسی حرام کا ارتکاب ہو گیا ہو" مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ۔

۱۔ خلاف ترتیب قرآن عظیم پڑھنا حرام ہے لیکن اگر کسی شخص نے نماز کی ادائیگی میں ترتیب کی رعایت کئے بغیر قرآن حکیم کی تلاوت کی تو اس کی نماز بلا کراہت صحیح ہو جائے گی البتہ خلاف ترتیب پڑھنے کی وجہ سے گنہگار ضرور ہوگا۔

۲۔ یوں ہی حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا حرام و گناہ ہے لیکن طلاق دینے سے بلاشبہ اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔

ان دونوں مسئلوں میں سنی، اور دیوبندی دونوں گروپ کے اصحاب فتاویٰ یہی حکم نافذ کریں گے کہ نماز صحیح ہے اور طلاق بلاشبہ واقع ہے مگر اس حکم کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مذکورہ طریقے پر نماز پڑھنا حلال و روا ہے اور طلاق دینا مباح و بجا۔ بلکہ اس طریقے پر نماز پڑھنا، اور طلاق دینا بلاشبہ حرام و گناہ ہے ـــــ ٹھیک اسی طرح نکاح خوانی کے مسئلے کو بھی سمجھنا چاہئے کہ ـــــ اہل کفر و ارتداد سے نکاح پڑھوانا حرام ہے لیکن اگر پڑھا دیں گے تو نکاح ہو جائے گا کیونکہ نکاح نام ہے شرائط مخصوصہ کے ساتھ باہمی ایجاب و

قبول کا اور ظاہر ہے کہ کافر و مرتد کے پڑھانے سے بھی نکاح کے یہ ارکان اور شرائط پائے جاتے ہیں۔ اور حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے نکاح پڑھوانے میں ان کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے اور علماء کرام و ائمہ عظام فرماتے ہیں کہ کافر و مرتد تو در کنار فاسق کی تعظیم و تکریم بھی شرعی نقطۂ نظر سے حرام ہے۔ چنانچہ شامی جلد اول ص۳۷۶ تبیین الحقائق، فتح المعین اور طحطاوی حاشیہ در مختار میں صاف صاف لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ۔

قد وجب علیھم اھانتہ شرعاً۔ اھ
فاسق کی توہین شرعاً واجب ہے۔

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مقاصد" و "شرح مقاصد" میں فرماتے ہیں۔

حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ، والاھانۃ والطعن واللعن۔ اھ

بدمذہب کے لئے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، روگردانی کریں اس کی توہین و تذلیل کریں اور اس سے لعن و طعن کے ساتھ پیش آئیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَن وَقَّرَ صاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام

جس نے کسی بدمذہب کی توقیر و تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی

(طبرانی کبیر، حلیہ، شعب الایمان للبیہقی وغیرہ)

پس جب فاسق کی تعظیم و توقیر حرام ہے تو وہابی سے نکاح پڑھوانا بدرجۂ اولیٰ حرام قرار پائے گا۔ یوں ہی برہمن سے نکاح پڑھوانا بھی حرام ہوگا لیکن اس کے بارے میں یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر مسلمان برہمن سے نکاح پڑھوانا ناجائز ہی مانتا ہے اور برہمن کی مثال اس لئے یہاں پیش کی تاکہ عوام اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے نکاح خواں کا مسلمان

ہونا ضروری نہیں کیونکہ برہمن کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے۔ مگر اسکے باعث کوئی بھی اسے مسلمان نہیں مانتا تو اگر وہابی، دیوبندی کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہو تو اس سے یہ کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ مسلمان ہے۔ بسا اوقات دیوبندی اسی مسئلے کا سہارا لے کر سادہ لوح مسلمانوں پر اپنے ایمان کی دھونس جماتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ جبھی تو ہمارا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی خداداد ذہانت اور دور اندیشی سے ایسے فریب کاروں کے فریب کی جڑہی کاٹ دی تاکہ۔

؎ پروہی گر پڑے کبوتر کا جس میں نامہ بندھا ہو دلبر کا

اسی سے جل بھن کر شاخسانہ نویس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر گستاخانہ انداز میں یہ افترا کرتا ہے۔

"کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو تو ضد و نفسانیت سے وہابی کہا جاتا ہے اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اور برہمن جو کروڑوں دیوتاؤں کو پوجنے والا ہے اور اللہ و رسول کا منکر ہے اس سے نکاح پڑھوانا جائز ہے۔"

حالانکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کا ایک حرف بھی اس بات کا اشارہ نہیں کرتا کہ برہمن سے نکاح پڑھوانا جائز ہے وہ تو صرف اتنا فرما رہے ہیں کہ نکاح ہو جائے گا اور ہم نے ثابت کیا ہے کہ نکاح ہو جانا اور بات ہے مگر پڑھوانا حرام ہی رہے گا اب اصل مسئلہ کا ثبوت ملاحظہ کیجئے۔

مرتد کے پڑھائے ہوئے نکاح کی صحت اور اس کا شرعی ثبوت۔

نکاح خواں اصطلاح فقہ کے اعتبار سے عورت کا وکیل ہوتا ہے اور شرعی نقطۂ نظر سے کافر و مرتد کو نکاح یا کسی بھی کام کا وکیل بنانا درست ہے چنانچہ فقہ حنفی کی بہت سی معتبر اور قابل استناد کتابوں میں اس جزئیہ کی روشن وضاحت موجود ہے۔ ذیل میں صرف چند کتابوں کی عبارتیں ہدیۂ ناظرین ہیں۔

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب احکام الشرائع میں ہے۔

وکذا ردۃ الوکیل لا تمنع صحۃ الوکالۃ ـــــ فتجوز وکالۃ المرتد بان وکّل مسلمٌ مرتدًا لان وقوف تصرفات المرتد لوقوف ملکہ، والوکیل یتصرف فی ملک الموکل وانہ نافذ التصرفات ـــــ وکذا لو کان مسلمًا وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ لما نذکر فی موضعہ اھ

(بدائع ص۲۰ ج۶ مطبع جمالیہ مصر)

وکیل کے مرتد ہونے سے وکالت کی صحت پر اثر نہیں پڑتا لہذا اگر مسلمان نے کسی مرتد کو وکیل بنایا تو یہ وکالت صحیح ہوگی، کیونکہ مرتد کے تصرفات موقوف یا غیر نافذ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اسکی ملک ہی موقوف یا غیر نافذ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اس کی ملک ہی موقوف و غیر نافذ ہوا کرتی ہے اور وکیل تو موکل کی ملک میں تصرف کرتا ہے جس کے سارے تصرفات بلاشبہہ نافذ ہوتے ہیں (لہذا یہاں مرتد کا تصرف بھی نافذ ہوگا) اسی طرح اگر وہ وکیل بنانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تو وہ اپنی وکالت پر باقی ہے ہاں اگر وہ دار الحرب میں چلا جائے تو اسکی وکالت باطل ہو جائے گی اس کی وجہ ہم اسکے مقام پر ذکر کریں گے۔

(۲) عالمگیری میں ہے۔

وتجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لو کان مسلمًا وقت التوکیل ثم ارتد

اور مرتد کی وکالت بایں طور صحیح ہے کہ مسلمان کسی مرتد کو اپنا وکیل بنائے اور یوں ہی اگر وہ وکیل بنانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تو وہ اپنی وکالت

فهو على على وكالته الا ان يلحق بدار الحرب فتبطل وكالته اهـ
(عالمگیری ص۲۵۲ ج ۳ - مطبع مجیدی)

پر باقی ہے البتہ اگر وہ دار الحرب سے جا ملے تو اس کی وکالت باطل ہو جائے گی۔

"بحر الرائق شرح کنز الدقائق" پھر "رد المحتار علی الدر المختار" میں ہے۔

وما يرجع الى الوكيل فالعقل فلا يصح توكيل مجنون، وصبي لا يعقل لا البلوغ، والحرية وعدم الردة فيصح توكيل المرتد ولا يتوقف لان المتوقف ملكه. اهـ
(بحر ص۱۴۰ ج، مطبع دار المعرفۃ بیروت۔ رد المحتار ص۴۰ ج ۳ مکتبہ نعمانیہ دیوبند)

وکیل کے لئے عاقل ہونا شرط ہے لہذا کسی پاگل اور ناسمجھ بچے کو وکیل بنانا صحیح نہیں البتہ بالغ ہونا، آزاد ہونا اور مرتد ہونا (وکیل کے لئے) شرط نہیں ہے لہذا مرتد کو وکیل بنانا صحیح و درست ہے اور یہ وکالت موقوف نہیں رہے گی، کیونکہ موقوف مرتد کی ملک ہوا کرتی ہے۔

نیز فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

ويجوز التوكيل بالبياعات والاشربة والاجارات والنكاح والطلاق.

(مرتد کو) نکاح و طلاق اور معاملات بیع وغیرہ میں وکیل بنانا صحیح ہے۔

(ص۲۵۳ ج ۳)

ان واضح تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ مرتد کو نکاح کا وکیل بنانا درست ہے اور اس کا تصرف صحیح و نافذ ہوگا کیونکہ وکیل ہونے کے لئے مرتد نہ ہونا شرط نہیں ہے

پس اگر عورت نے کسی کافر یا مرتد کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا اور اس نے اُس کی طرف سے ایجاب کے الفاظ ادا کئے تو نکاح ہو جائے گا۔

اب مسلمان بھائی انصاف کریں کہ ایسے شرعی و اسلامی مسئلے پر کیچڑ اچھالنا

اور اسے مشرکانہ عقیدہ ٹھہرانا حق کی حمایت ہے یا پس پردہ مذہب حنفی سے بغاوت و عداوت ہے۔

؎ نگاہ لطف سے اک اک ادا نے لوٹ لیا !
وفا کے بھیس میں اک بے وفا نے لوٹ لیا

حیض و نفاس والی عورت کے غسل کا پانی قابل وضو ہے یا نہیں؟

چھٹا مسئلہ

حائضہ و نفساء عورت نے خون کے بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت اگر غسل کیا تو یہ پانی بھی قابل وضو رہے۔

فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۲۵۶

رضاخوانی بھائیو! اپنے اعلیٰ حضرت کو اس فراست کی داد دو کہ وہ حیض و نفاس والی عورت کے خون بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت غسل کے پانی کو پاک، اور اس سے وضو جائز بتلا رہے ہیں۔ کیا ایسی گندی ذہنیت رکھنے والا مجدد ہو سکتا ہے؟ کیا ایسے غلیظ اور غلط آدمی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا درست ہے۔؟

ندائے عرفات ص ۵۴

یہ مسئلہ شریعت طاہرہ کا ایسا محقق و مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ جس کی حقانیت کے آگے بعض اکابر علماء دیوبند نے بھی جبین اعتراف خم کیا ہے اور حنفی مذہب کے ائمہ و علماء و مشائخ و فقہاء نے اس کی شہادتیں پیش کی ہیں نمونہ کے طور

پر چند شواہد آپ بھی ملاحظہ کیجئے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

لو وقعت الحائض بعد انقطاع الدم ولیس علی اعضائھا نجاسة فھی کالرجل الجنب ولو وقعت قبل انقطاع الدم ولیس علی اعضائھا نجاسة فھی کالرجل الطاھر اذا انغمس للتبرّد لانھا لا تخرج عن الحیض بھذا الوقوع فلا یصیر الماء مستعملا۔ اھ

(ص ۵ ج ۱)

حیض والی عورت خون بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی اور اسکے اعضاء پر نجاست نہیں لگی ہے تو عورت جنبی مرد کی طرح ہے اور خون بند ہونے کے پہلے گئی اور اسکے اعضاء پر نجاست نہیں لگی ہے تو اس کا حکم طاہر مرد کی طرح ہے بشرطیکہ اس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے غوطہ لگایا ہو (نہ کہ قربت کی نیت سے) اس لئے کہ وہ اس غوطہ لگانے سے حیض سے الگ نہیں ہوگی لہذا پانی مستعمل (ناقابل وضوء) نہ ہوگا۔

اس عبارت میں امام اجل، فقیہ النفس، حضرت علامہ فخر الدین قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۹۲ھ) نے یہ واضح کیا ہے کہ ـــــ خون بند ہونے سے پہلے حیض والی عورت نے ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ لگایا یا بلفظ دیگر غسل کیا تو اس کا حکم وہی ہے جو طاہر مرد کا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر طاہر یعنی غیر جنبی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے کنویں میں نہائے تو پانی پاک اور وضوء وغسل کے لائق رہتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں خود ہی امام موصوف اپنے فتاویٰ کے اسی صفحے میں چند سطر اوپر اس طرح رقم طراز ہیں۔

اما الاول فالآدمی الطاھر اذا وقع فی البئر لطلب الدلو

طاہر آدمی کنویں میں ڈول لینے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے گیا اور اسکے

او التبرد ولیس علی اعضائه نجاسة وخرج حیا فانه لا یفسده والماء طاھر وطھور

(فتاویٰ قاضی خاں ص۵ ج۱)

اعضاء پر نجاست نہیں ہے نیز زندہ نکل آیا تو یہ کنویں کا پانی فاسد نہیں کریگا پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنیوالا بھی۔ (یعنی قابل وضو وغسل ہے۔)

یہاں سے ثابت ہوا کہ حیض والی عورت نے خون بند ہونے سے پہلے اگر پانی میں غوطہ لگایا یا غسل کیا اور قربت وکار ثواب کی نیت نہیں کی تو وہ پانی فاسد نہیں ہوگا جیسے کہ طاہر آدمی کے پانی میں جانے سے پانی فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ بدستور پاک اور وضوء وغسل کے لائق رہتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ حیض والی عورت کا جو حکم بیان کیا گیا ہے ٹھیک یہی حکم نفاس والی عورت کا بھی ہے جس کو بچہ پیدا ہونے پر خون آتا ہے چنانچہ بحر الرائق، بدائع الصنائع اور خلاصہ میں ہے۔

قیدنا اصل المسئلة بالجنب لان الطاھر اذا انغمس لطلب الدلو ولم یکن علی اعضائھا نجاسة لا یصیر الماء مستعملا اتفاقا لعدم ازالة الحدث، واقامة القربة۔ وان انغمس للاغتسال صار مستعملا اتفاقا لوجود اقامة القربة۔ وحکم الحدث حکم الجنابة ذکرہ فی البدائع۔

ہم نے اصل مسئلہ کو جنبی کیساتھ اس لئے مقید کیا ہے کہ طاہر آدمی ڈول نکالنے کے لئے اگر غوطہ لگائے اور اس کے اعضاء پر نجاست نہ ہو تو وہ پانی بالاتفاق مستعمل نہیں ہوگا کیونکہ یہاں نہ حدث دور ہوا اور نہ ہی قربت پائی گئی اور اگر غسل کرنے کی نیت سے اس نے غوطہ لگایا تو قربت کے پائے جانے کی وجہ سے وہ پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا اور حدث کا حکم وہی ہے جو جنابت کا ہے۔ بدائع الصنائع میں اس کو ذکر کیا ہے۔

وکذا حکم الحائض، والنفساء

اور حیض ونفاس والی عورتوں کا بھی

اذا نزلا بعد الانقطاع ۔ اما قبل الانقاع ولیس علی اعضاءھما نجاسة فانھما کالطاھر اذا انغمس للتبرد لانہا لاتخرج من الحیض بھذا الوقوع فلا یصیر الماء مستعملا کذا فی الخلاصة ۔ اھ

(بحر ص۱۰۳-۱۰۴ ج ۱ بحوالہ بدائع وغیرہ)

یہی حکم ہے (کہ پانی مستعمل، ناقابل وضو و غسل ہو جائے گا) جبکہ وہ خون بند ہونے کے بعد کنویں میں اتری ہوں، لیکن خون بند ہونے سے پہلے تو یہ دونوں طاہر آدمی کے حکم میں ہیں جبکہ ان کے اعضا پر نجاست نہ لگی ہو اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے انہوں نے غوطہ لگایا ہو کیونکہ وہ اس غسل سے حیض سے الگ نہیں ہوتی ہیں لہٰذا پانی مستعمل نہ ہوگا۔ خلاصہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

مزید تائید و تقویت کے لئے عبارات ذیل کا بھی مطالعہ کیجئے۔

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اور صغیری میں ہے۔

"حیض والی عورت اگر حیض بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی تو وہ جنبی آدمی کی طرح ہے اور اگر بند ہونے کے پہلے گئی تو طاہر یعنی غیر جنبی والے آدمی کے حکم میں ہے اور طاہر آدمی کا حکم آب مستعمل کے بیان میں گذر چکا ہے۔"

آب مستعمل کے بیان میں علامہ حلبی (صاحب غنیہ و صغیری) نے طاہر آدمی کا حکم بیان کرتے ہوئے جو صراحت پیش کی ہے وہ انھیں کے الفاظ میں یہ ہے۔

"طاہر آدمی نے قربت کی نیت سے کنویں میں غسل کیا تو یہ پانی کو فاسد کردے گا اور اگر ڈول تلاش کرنے کے لئے غوطہ لگایا اور اس کے بدن پر نہ نجاست ہے اور نہ ہی اس نے اس میں اپنا جسم ملا تو یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بالاتفاق پانی کو فاسد نہ کرے گا ــــ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح میل دور کرنے کے لئے اگر اس نے اپنے جسم کو

ملا تو اس کے باعث بھی پانی فاسد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ آدمی طاہر ہے اور اس نے قربت کی نیت نہیں کی ہے۔"

(غنیہ ص۱۵۳، صغیری ص۸۴)

فتاویٰ عالمگیری معروف بہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

"حیض والی عورت کنویں میں گئی تو اگر یہ خون بند ہونے کے بعد ہے اور اس کے اعضا پر نجاست نہیں ہے تو یہ عورت جنبی کے حکم میں ہے اور اگر خون بند ہونے سے پہلے ہے تو یہ طاہر مرد کے حکم میں ہے اس لئے کہ وہ عورت کنویں میں جانے کی وجہ سے حیض سے الگ نہیں ہوئی۔"

(عالمگیری ص۱۲ ج ۱)

التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی میں ہے۔

"حیض والی عورت اگر حیض بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی تو جنبی مرد کی طرح ہے اور حیض بند ہونے کے پہلے گئی تو طاہر آدمی کے حکم میں ہے اور طاہر آدمی کا حکم آب مستعمل کے بیان میں گذر چکا۔"

(التعلیق ص۱۲)

ان تصریحات سے روشن طور پر اس بات کا ثبوت فراہم ہو گیا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا بیان فرمودہ حکم در اصل مذہب حنفی کی صحیح ترجمانی ہے۔

یہاں تک ہم نے فقہی جزئیات کے آئینے میں مسئلہ مذکورہ کی حقانیت کا مشاہدہ کرایا اب یہ عیاں کرنا چاہتا ہوں کہ آخر آب مذکور کے پاک و قابلِ وضوء و غسل ہونے کی اصلی اور بنیادی وجہ کیا ہے؟

آب مذکور کے پاک اور قابل وضو ہونے کا بنیادی سبب

جس پاک پانی سے غسل کیا گیا اس کے قابل وضو ہونے اور نہ ہونے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ پانی فقہاء کی اصطلاح کے اعتبار سے مستعمل ہے یا نہیں؟ اگر مستعمل نہیں ہے

تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ پانی ائمہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ بلکہ جمیع سلف و خلف کے نزدیک بالاتفاق بلا انکار نکیر پاک اور قابل وضو ہے۔

اب اہل نظر کے لئے یہ بات قابل غور ہے کہ اس پانی کے مستعمل اور غیر مستعمل ہونے کے متعلق شریعت طاہرہ نے کیا فیصلہ سنایا ہے تو اس سلسلے میں ہم فتاویٰ قاضی خان اور بحر الرائق وغیرہ کی تصریحات پیش کر چکے ہیں کہ وہ پانی مستعمل نہیں ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

لانها لا تخرج عن الحيض بهذا الوقوع فلا يصير الماء مستعملاً ا ھ	عورت کنویں میں غوطہ لگانے کی وجہ سے حیض سے الگ نہیں ہوتی ہے لہذا پانی مستعمل نہیں ہوگا۔

علاوہ ازیں اگر آب مستعمل کی تعریف جان لی جائے اور انصاف و دیانت کے ساتھ ادنیٰ سی بھی توجہ اور غور و فکر سے کام لیا جائے تو اس پانی کے مستعمل ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں بآسانی ایک صحیح رائے قائم کی جا سکتی ہے۔ اب تعریف سنئے اور فیصلہ کیجئے۔

آب مستعمل کی تعریف سے حکم مذکور کی تقویت

حنفی مذہب کی مشہور و معروف اور معتمد و مستند کتاب ہدایہ شرح بدایہ میں ہے۔

الماء المستعمل هو ماءٌ ازيل به حدث، او استعمل في البدن على وجه القربة۔ (ہدایہ ص۱۸ ج امجدی)	آب مستعمل وہ پانی ہے جس کے ذریعہ حدث دور کیا گیا ہو یا قربت (کار ثواب) کے طور پر بدن میں استعمال کیا گیا ہو۔

اس تعریف میں پانی کے مستعمل ہونے کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک ازالۂ حدث، اور دوسری نیت قربت کے ساتھ پانی کا بدن پر استعمال۔ اور اتنی بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ اگر حیض یا نفاس والی عورت خون کے بند ہونے سے پہلے ایک نہیں ہزاروں بار غسل کرلے پھر بھی اس کے بدن سے حدث

دور نہیں ہوگا اسے نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، تلاوت کرنے اور کلام اللہ شریف چھونے کی شرعاً اجازت نہیں دی جائے گی —— پس جب کہ ان عورتوں نے قربت کی نیت سے غسل نہیں کیا اور ان کے بدن سے حدث بھی نہیں دور ہوا تو ناظرین خود انصاف کریں کہ وہ پانی شریعت کے نزدیک کیسے مستعمل ہوگا اور وضو کے قابل کیوں نہیں رہے گا۔

شاید شاخسانہ نویس صاحب ائمہ کرام کے ان بیانات کو ناقابل اعتبار قرار دیں اس لئے ان کی تشفیٔ خاطر و تسکین قلب کے واسطے انھیں کے گھر کے ایک بزرگ کی شہادت پیش کرتا ہوں ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے — حق وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

ایک دیوبندی پیشوا کی شہادت

ارباب دیوبند کے امام اہلسنت مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی اپنی کتاب "علم الفقہ" میں لکھتے ہیں۔

"حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے (یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو اور غسل اس سے درست ہے۔ (ص۹ ج۱)

ایک دلچسپ نکتہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گندہ ذہن اور غلیظ آدمی اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے حیض و نفاس والی عورت کے خون بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت غسل کے پانی کو پاک اور قابل وضو بتا دیا۔ —— تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص خون بند ہونے سے پہلے حیض و نفاس والی عورت کے غسل کے پانی کو ناپاک اور ناقابل وضو بتائے وہ ان کے نزدیک بڑا پاکیزہ خیال اور طیب و طاہر ہے —— یہ ہے معیار دیوبندیوں کی طہارت و غلاظت کا

لہٰذا اگر کوئی حیض یا نفاس والی عورت خون بند ہونے سے پہلے نہالے
توان پارساؤں کے نزدیک اس عورت کے بدن سے حدث دور ہو جائے گا اور
وہ پاک ہو جائے گی پھر تو اس کے لئے دیوبندی مذہب میں کلام اللہ شریف
کی تلاوت بھی جائز ہو گی نیز اسے چھونا اور روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا سب حلال
ہوگا اور لطف یہ ہے کہ ان کے لئے اس عورت سے ہمبستری بھی حلال ہو جائے
گی۔ نعوذ باللہ من ذالک

اب مسلمان بھائی انصاف کریں کہ ـــــ کیا طہارت ونظافت اسی
کا نام ہے کہ حیض ونفاس کا خون بند ہونے سے پہلے عورت کے لئے نماز پڑھنا
حلال قرار دیا جائے، روزہ رکھنا جائز بتا دیا جائے، مسجد میں جانا، قرآن شریف
چھونا، اور اس کی تلاوت کرنا مباح مانا جائے، اس کے ساتھ ہمبستری کے
حلال ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
سچ ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
یہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

واللہ تعالیٰ أعلم

کیا رنڈی کو رہنے کے لئے کرایہ پر مکان دینا جائز ہے؟

ساتواں مسئلہ

سوال:- رنڈی کو کرایہ پر مکان دینا جائز ہے یا نہیں؟
جواب:- اس کا (رنڈی کا) اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں۔
رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں۔ باقی رہا اس کا زنا
کرنا، یہ اس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا ہے
خان صاحب کے ملفوظات حصہ سوم ص۳۲

(ندائے عرفات ص۵۵)

یہ مذہب بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے اور اسے بھی ندائے عرفات
میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے جدید مسائل، اور شیر بیشۂ اہلسنت کے
مشرکانہ عقائد سے شمار کیا گیا ہے ـــــ میں سمجھ نہیں پاتا کہ آخر اس مسئلے
میں وہ کون سی بات ہے جو ان کی کفر زدہ نگاہوں میں شرک وبدعت نظر
آرہی ہے کسی نے سچ کہا ہے ؎

وہ کافر نگاہیں خدا کی پناہ   جدھر اٹھ گئیں فیصلہ ہو گیا

یہ تو ان مدعیان توحید کی غیرت وحیا اور ذمہ داری کی بات ہے کہ اس
مسئلے کے جس لفظ سے انہیں عقیدۂ شرک کی بو محسوس ہو رہی ہے اس کو
متعین طور پر واضح کر کے اس پر ثبوت وبرہان قائم کریں۔ ہمیں اس سے کوئی

بحث نہیں ۔ ہمارے لئے ان کے کذب وافتراء کے جواب میں صرف اہل اسلام کا فیصلۂ ایمانی کافی ہے ۔ مگر چونکہ اس کو جدید مسئلہ اور بدعت بتا کر فقہ حنفی کے خلاف سادہ لوح عوام اہلِ اسلام کو دام تزویر کے پھندوں میں جکڑا جا سکتا ہے کیونکہ پڑھے لکھے لوگ اس قسم کے مسائل سے عموماً ناآشنا ہوا کرتے ہیں اس لئے ہم اپنے مسلمان بھائیوں پر ان کے مکر وفریب کی قلعی کھولنے کے لئے حقیقت مسئلہ کا انکشاف کر رہے ہیں جس کے اجالے میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشاد مبارک کی حقانیت بخوبی نمایاں ہو کر سامنے آجائے گی ۔

اگر زناکار عورت کو کرائے پر مکان دینا اس لئے ناجائز وگناہ کہا جائے کہ وہ اس میں زنا جیسے قبیح جرم کا ارتکاب کرے گی تو کافروں اور مشرکوں کو کرائے پر مکان ، یا دکان دینا بدرجۂ اولیٰ ناجائز وحرام ہونا چاہئے کیونکہ وہ اس مکان میں جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے اعمالِ کفر وشرک کا ارتکاب کریں گے بلکہ روز اول ہی جب دکان کی افتتاحی تقریب ہوتی ہے تو وہ اپنے دھرم کے مطابق کیا کیا مشرکانہ مراسم ادا کرتے اور کیسے کیسے غیر اسلامی شگوفے کھلاتے ہیں یہ کسے نہیں معلوم ہے ۔ کوئی حصول برکت کے لئے پوجا پاٹ کرتا ہے کوئی بہت سے کفری رسوم وغیرہ لغو وخرافات کا اظہار کرتا ہے کسی کی دکان میں ان کے معبودوں کی تصویریں رکھی جاتی ہیں اور کسی کی دکان دیوتاؤں سے آراستہ ہوتی ہے پھر یہ لوگ صبح وشام ان تصویروں اور مجسموں کو پوجتے اور اسطرح روزانہ اعمالِ کفر وشرک کا اظہار کرتے ہیں ۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب کفر وشرک سب سے بدترین جرم ہیں اور غیر مسلم اپنی دکان ومکان میں پوجا پاٹ اور کفری رسوم ادا کرتے ہیں تو ان کو کرائے پر دکان یا مکان دینا دیوبندی دھرم کے مطابق ہرگز ہرگز جائز نہیں ہونا چاہئے حالانکہ اہلِ اسلام اس کو جائز سمجھتے ہیں اور اپنی دکان ومکان کفار کو کرائے پر دیتے ہیں ، بلکہ مسلمان تو مسلمان دیوبندی مکتبۂ

فکر کے حمایتی بھی اس پر عمل پیرا ہیں وہ بھی اپنی دکان ومکان انھیں کرائے پر دیتے اور زبان سے نہیں تو عملی طور پر اس کے جواز کا اظہار ضرور کرتے ہیں ۔ اب میں یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ لوگ اپنا یہ عمل کسی مصلحت کی وجہ سے جائز سمجھتے ہیں یا انھیں اپنا ہم مذہب ، اور دینی بھائی سمجھنے کی وجہ سے ۔ جو بھی وجہ ہو ہم کو اس سے کوئی غرض نہیں ہم صرف اپنے مسلمان بھائیوں کو اس بات پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر زناکار عورت کو کرایہ پر مکان دینا ناجائز اور مشرکانہ عقیدہ ہو تو کفار کو کرایہ پر مکان یا دکان دینا کتنا بڑا ناجائز وگناہ اور مشرکانہ عقیدہ ہوگا پھر اسطرح دنیا بھر کے بے شمار مسلمان جنھوں نے کفار کو کرائے پر مکان یا دکان دئیے ہیں کیا وہ شرک سے محفوظ رہ سکیں گے ؟ اگر گنتی کی جائے تو دنیا میں کروڑوں مسلمان ایسے بھی نظر آئیں گے جو مسلمان ہونے کے باوجود بھی ان دیوبندی حضرات کے مذہب کے مطابق مسلمان نہیں ہوں گے ۔ نعوذ باللہ

ے شرک ہووے جس میں کارِ مسلمیں
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اب ذیل میں اپنے مسلمان بھائیوں کی تشفی اور اطمینان قلب کے لیے فقہی تصریحات ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں جن سے حقیقت مسئلہ کے انکشاف کے ساتھ یہ آشکارا ہو جائے گا کہ مسلمانوں کا یہ عمل شرعی نقطۂ نظر سے جائز وروا ہے ۔

فقہی تصریحات اور انکشاف حقیقت

فقہ حنفی کی معتمد کتاب محیط ، پھر عالم گیری میں ہے ۔

واذا استاجر الذمی من المسلم دارا یسکنها فلا باس بذالك وان شرب فیها الخمر او عبد فیها الصلیب او ادخل فیها الخنازیر ولم یلحق المسلم فی

غیر مسلم ذمی نے رہنے کے لئے مسلمان سے کرایہ پر گھر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ کافر اس میں شراب پیئے یا صلیب کی پوجا کرے ، یا اس میں خنزیر رکھے اور اس اجارہ کے باعث مسلمان

ذالك باس لان المسلم لم
يؤاجرها لذالك - انما اجرها
للسكنى كذا فى المحيط۔ اھ
(عالمگیری ص۵۲۶ ج ۳)

پر کوئی گناہ نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنا
مکان ان معصیت کاریوں کے لئے کرائے
پر نہیں دیا ہے بلکہ محض رہنے کے واسطے
دیا ہے ۔ محیط میں ایسا ہی ہے ۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

لا باس لمسلم ان يواجر دارہ
من ذمی يسكنها۔ وان شرب
فيه الخمر، اوعبد فيه الصليب
اوادخل فيه الخنازير۔
فذالك لا يلحق المسلم كمن
باع غلاما ممن يقصد به
الفاحشة او باع جارية ممن
ياتيها فى غير الماتى ۔ اھ
(فتاوی قاضی خان ص۲۳۳ ج ۳)

اپنا مکان کسی ذمی کافر کو رہنے کے لئے
کرائے پر دے تو اس کی وجہ سے اس پر
گناہ نہ ہوگا اور اگر وہ کافر اس میں شراب
پئے یا صلیب کی پوجا کرے یا خنزیر رکھے
تو بھی مسلمان اس کی وجہ سے گنہ گار نہیں
ہوگا جیسے کہ وہ شخص گنہگار نہیں ہوتا جس
نے اپنا غلام ایسے آدمی کے ہاتھ بیچا جو اس
کے ساتھ برائی کرنے کی نیت رکھتا ہے
یا اپنی باندی کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت
کیا جو اسکے پیچھے کے مقام میں وطی کرے۔

ناظرین انصاف کریں کہ مسئلہ مذکورہ کی تائید میں ایسی واضح شہادتیں اور روشن تصریحات کے ہوتے ہوئے اس کو شرک و بدعت کس نظریہ کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی آڑ میں حنفی مذہب سے بغاوت اور ائمہ احناف کی حرمتوں پر ناروا حملہ نہیں ہے ۔

اب آگے بڑھئے اور ان کے گھر کے بعض اندرونی حالات کا جائزہ لیجئے ، جس کو ان کے حکیم الامت نے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی اور اسے "سر مکنون" بتا کر پردۂ راز میں رکھنے کی وصیت کر گئے ۔ الفاظ یہ ہیں ۔

لا ناذن لهم باذاعته للعوام — ہم اس کی اجازت نہیں دیتے کہ اس

(فتاویٰ اشرفیہ ص۵۳ ج ۳) — مخفی راز کو عوام میں فاش کر دیا جائے ؎

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

یعنی ؎

ہے خلاف مصلحت افشائے راز — ورنہ ان کی بزم میں کیا کیا نہیں

تھانوی صاحب کا سرِ مکنون

دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ارباب ہوش و خرد اب خصوصی توجہ کے ساتھ غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف یہ فرمایا کہ "رنڈی کو رہنے کے واسطے کرائے پر مکان دینا کوئی گناہ نہیں"، جو قرین قیاس بھی ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی۔ تو اس پر آپ کے نمائندوں نے کیا کیا نہ کہا۔ اب دیکھئے کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے کیا شگوفے کھلائے ہیں انہوں نے تو حد کر دیا اور اتنا آگے بڑھ گئے کہ زبان قلم بیان سے نادم ہے ۔

موصوف اپنی کتاب فتاویٰ اشرفیہ میں ایک جگہ رقم طراز ہیں کہ ۔

"کسی نے امۃ (لونڈی، باندی) کو اجیر خاص (مزدور) کے طور پر نوکر رکھا اور غرض و معقود دل میں یہ رکھا کہ اس سے بدکاری کریں گے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہذا اجارہ باطل نہ ہوگا اور چونکہ بقرائن مقامیہ، یا مقالیہ اس اجارہ میں (زنا کرنے کی) یہ شرط بھی معلوم ہے اور "المعروف کالمشروط"، قاعدہ متقررہ ہے پس جیسا صراحۃً مقصود علیہ تسلیم نفس ہوا اور اس میں ایسی شرط ہو جو حرام و گناہ ہو جیسے یہاں پر زنا کرنے کی شرط تو بوجہ مشروع باصلہ اور غیر مشروع بوصفہ ہونے کے اجارہ فاسد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہوگا۔ بلکہ اگر ہم اس غرض کو مصرح قولاً بھی مان لیں (یعنی مرد صاف صاف لفظوں

میں اپنی یہ غرض ظاہر بھی کردے کہ ہم تیرے ساتھ زنا کریں گے، تب بھی یہ توجیہ مذکور دافع اشکال ہے"۔

(فتاویٰ اشرفیہ معروف بفتاویٰ امدادیہ، باب الاجارۃ الفاسدہ ص۵۲ ج ۳)

اسی کی توضیح کرتے ہوئے موصوف نے "السر المکنون" کے زیر عنوان جو خامہ فرسائی کی ہے اس کی تلخیص یہ ہے۔

ان من استاجر امراۃ لیزنی بھا وجد ھٰھنا صورۃ الاجارۃ۔ فوجب العقر بالمقدمۃ الرابعۃ ولا یکون ھذا العقر خبیثاً للمرأۃ اھ ملخصاً

کسی شخص نے کسی عورت کو تنخواہ یا مزدوری پر رکھا تاکہ اس کے ساتھ زنا کرے تو بلا شبہہ یہاں اجارہ کی صورت پائی جائے گی لہٰذا مقدمہ رابعہ کی وجہ سے زنا کا عوض واجب ہوجائے گا اور یہ عوض عورت کے لئے خبیث نہیں ہے (بلکہ حلال وطیب ہے۔)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ ــــ اگر کسی نے عورت یا لونڈی کو یہ کہا کہ تم میرے گھر ایک گھنٹہ رہو، میں تمہارے ساتھ زنا کروں گا، اس کے عوض ایک روپیہ دوں گا اور ایسا ہوگیا یعنی عورت یا لونڈی مرد کے یہاں ایک گھنٹہ رہی مرد نے اس کے ساتھ زنا کیا تو مرد پر واجب ہے کہ مقررہ پیسے عورت کو ادا کرے اور یہ پیسے اس عورت کے لئے حلال ہوں گے۔ مسلمانو!

ع آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے یہ بیان فرمادیا کہ "رنڈی کا مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں اس کو رہنے کے واسطے کرایہ پر مکان دینا کوئی گناہ نہیں" تو دیوبندیوں نے سر پر آسمان اٹھالیا اور آپے سے بالکل باہر ہوگئے ــــ اور ان کے حکیم الامت نے زنا کرنے کے لئے عورت کو مزدوری پر رکھنا جائز قرار دے دیا اور اس کی

اجرت کو نہ صرف مباح بلکہ واجب بھی فرمادیا، تو ان کے بدن پر جوں تک نہیں رینگی اور سب کچھ مرغ مسلم سمجھ کر چٹ کر گئے!

اپنے اور بیگانے میں یہ تفریق روا رکھ کر جس کردار کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ یقیناً انسانیت کے خلاف اور انصاف و دیانت کے صریح منافی ہے۔

ے ہم نہ کہتے تھے لے ناداں میرے خامہ کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

واللہ تعالیٰ اعلم

کیا آوارہ عورت کی اولاد اس کے شوہر کی وارث ہے؟

آٹھواں مسئلہ

اگر زید کی منکوحہ خالد کے ساتھ بھاگ جائے اور چند سال کے بعد چند حرامی لڑکے، لڑکیاں لے کر آئے اور زید کا انتقال ہوگیا وہ زنا کی اولاد زید کی متصور ہوگی زید کے ترکہ کی مستحق ہوگی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہے گی؟ اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ــــ وہ سب (حرامی بچے) زید کی اولاد قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا۔

(احکام شریعت حصہ دوم ص۵۳ و ص۵۵)

رضاخانی بھائیو! اپنے مجدد صاحب کی اس تجدید پر قربان ہوجاؤ
اپنے اعلیٰ حضرت کی خوب داد دو کہ انہوں نے کس خوبصورتی کے
ساتھ تمہیں اسلام سے بے گانہ بنایا ہے۔

(ندائے عرفات ص۳۸)

جناب من۔ اگر اسی کا نام اسلام سے بے گانہ بنانا ہے تو دور جانے
کی کیا بات ہے؟ آیئے میں آپ کو آپ کے گھر کا دلآویز نظارہ کرادوں اور وہ
جلوہ دکھادوں کہ جس کے حسن کرشمہ ساز نے بڑی خوب صورتی کے ساتھ
آپ لوگوں کو اسلام سے بے گانہ بنایا ہے ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ کہ رنڈی کی اولاد اسکے شوہر کی وارث ہے۔

سوال ۹۳۲ ۔ بکر کی زوجہ بلا ہمبستری خاوند کے گھر سے ناراض
ہوکر بھاگ گئی دوسری جگہ جاکر علانیہ اس نے پیشۂ زناکاری اختیار
کیا اور تیس سال سے زیادہ اسی بد فعلی میں مشغول رہی اور تین
چار لڑکے بھی ولد الزنا جنے اور خاوند کے گھر آباد ہونے سے بالکل
انکار کر دیا۔ ہمیشہ بکر اس کے واسطے یہ وصیت کرتا رہا کہ میری نافرمانی
کی وجہ سے نکاح فسخ ہوگیا ہے لہذا وہ بعد وفات میرے محروم
ہوجاوے گی اور لڑکے بھی میری جائداد میں وارث نہ بنیں۔ اب
بکر تین بیوہ چھوڑ کر مرا ہے اور ان ازواج کے حق مہر اور حصۂ میراث
میں جائداد متروکہ زمین وغیرہ جو ان کے حق مہر وغیرہ میں ناکافی ہے
اب وہ لڑکے ولد الزنا بھی دعویدار ہوتے ہیں اور جائداد متروکہ
میں سے حصہ لینا چاہتے ہیں اب ازروئے شریعت کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ ہندہ (رنڈی) کا نکاح بکر سے قائم ہے کیونکہ نافرمانی
ہندہ کی وجہ سے نکاح اس کا بکر سے نہیں ٹوٹا اور بکر نے اس کو طلاق
بھی نہیں دی لہذا ہندہ کی جو اولاد ہوئی وہ بکر سے سمجھی جاوے گی اور
نسب اس کا بکر سے ثابت ہوگا اور وہ وارث بکر کے ہوں گے جیسا
کہ حدیث شریف میں ہے الولد للفراش وللعاهر الحجر۔
اور ہندہ بھی وارث ہوگی، اور دو بیوہ جو بکر نے چھوڑی وہ بھی وارث
ہوں گی پس تینوں بیوائیں بکر کے ترکہ سے آٹھواں حصہ پائیں گی و
آٹھواں حصہ تینوں زوجات کو برابر تقسیم ہوگا اور باقی اولاد کو ملے
گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد ششم ص[illegible])

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب میں اپنے قارئین سے خصوصی توجہ چاہوں گا کہ جو عورت محض چند سال
باہر رہی لیکن اس نے نہ زنا کا پیشہ اختیار کیا اور نہ ہی وہ کھلے طور پر زنا میں
ملوث ہوئی اس کی اولاد کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے
شریعت اسلامی کا یہ مسلمہ ومتفقہ قانون بیان فرمایا کہ وہ اس کے شوہر کے
وارث ہیں تو ایڈیٹر ندائے عرفات اور ان کے کرائے کے مولویوں کو شرک کا آزار
ستانے لگا اس حکم شرعی کی وجہ سے توحید کے ان واحد اجارہ داروں کو اسلام
سے بے گانہ بنانے کا خواب نظر آنے لگا حالاں کہ اس فتویٰ کو کتاب وسنت
کی روشنی میں تحریر کیا ہے اس میں انہوں نے قرآن حکیم کی دو آیتیں پیش کی
ہیں اور سرکار علیہ التحیۃ والثناء کے ارشاد مبارک سے استناد کیا ہے۔ پھر
مذہب حنفی کی معتمد ومختار فقہی کتابوں کی تصریحات سے اسے مزین کر کے ساتھ
ہی ساتھ عقلی طور پر ایسی لطیف ونفیس بحث فرمائی ہے جس نے اس شرعی
مسئلے کو عقل وقیاس کے بالکل قرین وقریب کر دیا ہے۔

لیکن یہ وقت کا کتنا بڑا المیہ اور دردناک سانحہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو، جو تیس سال سے زیادہ کھلم کھلا برا کام کراتی رہی ہو، جس نے بدکاری کو اپنا پیشۂ زندگی بنا لیا ہو ایسی فاجرہ فاحشہ اور رنڈی عورت کے بارے میں دیوبندی دارالافتا رجب وہی حکم نافذ کرتا ہے جو اس رنڈی سے بہتر عورت کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے نافذ کیا تھا اور صاف صاف لفظوں میں یہ فیصلہ سناتا ہے کہ اس رنڈی عورت کی اولاد اس کے شوہر کی سمجھی جائے گی اور ان کا نسب بکر سے ثابت ہوگا اور وہ بکر کے وارث ہوں گے تو ان حضرات کو اس میں کوئی عیب اور قابل اعتراض بات نہیں نظر آتی اور نہ انہیں شرک کا آزار ستاتا ہے اور نہ ہی یہ لوگ اسلام سے بے گانہ ہوتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ جو حکم ایک جگہ اسلام سے بے گانہ بنانے کا باعث ہوسکتا ہے تو دوسری جگہ بعینہ وہی حکم اس سے حد درجہ بدتر حادثے میں اسلام سے برگشتہ کرنے کا سبب کیوں نہیں ہوسکتا ؎

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

تھانوی صاحب کا فتویٰ

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے بیان کئے ہوئے دو مسئلے ملاحظہ فرمائیے، موصوف اپنی مایۂ ناز تصنیف بہشتی زیور میں رقم طراز ہیں۔

مسئلہ:- نکاح ہوگیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہوگیا تو وہ لڑکا شوہر ہی سے ہے حرامی نہیں ہے اور حرامی کہنا درست نہیں ہے۔ (ص۵۵ ج۴ مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور)

پھر لکھتے ہیں۔

مسئلہ:- میاں پردیس میں ہے اور مدت ہوگئی، برسیں گذر

گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہوگیا تب بھی وہ حرامی نہیں اسی شوہر کا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

دیوبندی صاحبان ارشاد فرمائیں کہ حکیم الامت صاحب یہ مسائل بیان کرکے اسلام سے بیگانہ ہوئے یا نہیں؟

ائمہ حنفیہ کی تصریحات

ائمہ حنفیہ نے ثبوت نسب کے بارے میں جو جزئیات تحریر کئے ہیں اور ثابت النسب ہونے کا جو معیار قائم کیا ہے ان سے اس بات کا کامل طور پر ثبوت فراہم ہوجاتا ہے کہ ہندہ اپنے ہمراہ جن بچوں کو لے کر آئی ہے وہ اسی کے قرار پائیں گے جس کی یہ بیوی ہے۔

مثلاً درمختار میں ہے۔

قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربیۃ بمشرقیۃ بینھما سنۃ فولدت لستۃ اشھر مذ تزوجھا لتصورہ کرامۃ او استخداما

(فتح، درمختار ص۶۳ ج۲)

نوٹ:- یہ مسئلہ بہشتی زیور میں بھی مذکور ہے۔ ۱۲ منہ

فقہاء نے ثبوت نسب کے لئے قیام فراش (وجود نکاح) کو کافی قرار دیا ہے اگرچہ بظاہر وطی یا خلوت نہ ہوئی ہو جیسے مغرب میں رہنے والے مرد نے مشرق میں رہنے والی عورت سے نکاح کیا اور دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہے۔ پھر عورت نے وقت نکاح سے ٹھیک چھ مہینے پر بچہ جنا تو نسب ثابت ہوگا کیوں کہ وطی کرامت یا جنوں سے حصول خدمات کے ذریعہ ممکن و متصور ہے۔

فتح القدیر میں ہے۔

التصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات

مغرب میں رہنے والی عورت کے مسئلے میں وطی کا تصور ثابت ہے۔ اولیاء کی

فیکون خطوۃ او جنّی اھ
(شامی ص۶۳ ج ۲)

کرامات اور جنوں سے حصول خدمات کے ثابت ہونے کی وجہ سے۔ تو ممکن ہے کہ شوہر صاحب قدم ہو یا کوئی جن اسکا تابع ہو۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ زوجین کے درمیان بظاہر ملاقات کے وسائل بالکل ناپید ہیں اور ان کے بیچ اتنی طویل و عریض مسافت حائل ہے کہ اگر شوہر ملاقات کے لئے جائے تو بیوی کے پاس پہنچتے پہنچتے پورا سال گذر جائے لیکن چونکہ کرامت کے ذریعہ یا جنوں کی خدمات حاصل کرکے وصال کا ایک امکان پایا جارہا ہے اس لئے ائمہ کرام نے صرف ایک امکان کی بنیاد پر ثابت النسب ہونے کا فیصلہ سنا دیا اور اس کی چھان بین کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی کہ حقیقت واقعہ کیا ہے پس جس طرح شریعت مصطفویہ کے ان امینوں اور حامیوں نے احتیاط پر عمل کرتے ہوئے صرف امکان کی بناء پر ثبوت نسب کا حکم نافذ کیا۔

ٹھیک اسی طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مفرورہ عورت کی اولاد کے بارے میں ثابت النسب ہونے کا فتویٰ دیا اور میراث کا حق دار بتایا کیوں کہ اگرچہ بظاہر یہاں بھی میاں بیوی کے درمیان ایک عرصہ تک ملاقات نہیں ہوئی ہے لیکن ملاقات اور مباشرت کے وہ سارے امکانات یہاں بھی موجود ہیں جو زن مشرقیہ کے مسئلے میں فقہاء نے بیان کئے ہیں پس اگر قیام فراش کے بعد امکان دخول کی بنیاد پر ایک جگہ ثبوت نسب کا حکم دیا جاسکتا ہے تو وہ کون سی قباحت ہے کہ اسی جیسے ایک دوسرے حادثے میں ثبوت نسب کا حکم نہ دیا جائے۔

حدیث نبوی سے ثبوت

اب اس مسئلے کی تائید میں پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مطالعہ کیجئے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ۔

انها قالت اختصم سعد بن ابی وقاص وعبد بن زمعة فی غلام فقال سعد: هذا یارسول الله ابن اخی عتبة بن ابی وقاص عهد الیّ انه ابنه انظر الی شبهه۔

وہ فرماتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ نے ایک بچے کے بارے میں باہم جھگڑا کیا تو سعد نے کہا کہ یارسول اللہ یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ وہ مجھے وصیت کرگیا ہے کہ یہ اس کا لڑکا ہے۔ آپ ذرا اس کی شکل و شباہت کی طرف نظر فرمائیے۔

وقال عبد بن زمعة هذا اخی یارسول الله! ولد علی فراش ابی من ولیدته فنظر رسول الله صلی الله علیه وسلم الی شبهه فرایٰ شبها بینا بعتبة فقال هولك یا عبد" الولد للفراش وللعاهر الحجر" واحتجبی منه یا سودة بنت زمعة۔ فقالت فلو یر سودة قطّ

(مسلم شریف ص۴۷۰ ج ۲ نسائی ص۲۳ ج ۲)

اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ یارسول اللہ یہ میرا بھائی ہے میرے باپ کے بستر پر ان کی ام ولد کے شکم سے پیدا ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی شکل و شباہت پر نظر فرمائی تو اسے کھلے طور پر عتبہ کے مشابہ شکل پایا۔ پھر فرمایا کہ اے عبد یہ تیرے لئے ہے بچہ صاحب فراش[1] کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھر۔ اور اے زمعہ کی بیٹی سودہ تم اس بچے سے پردہ کرنا حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اس بچے نے کبھی بھی حضرت سودہ کو نہیں دیکھا کہ وہ اس سے پردہ کرتی تھیں۔

اور بخاری شریف کی روایت میں ہے۔

احتجبی لِمَا رایٔ من شبهه　　حجاب کرنے کا حکم حضور نے اس وجہ سے

[1] صاحب فراش وہ شخص ہے کہ عورت جسکی بیوی یا باندی ہو۔ ۱۲ نظام الدین غفرلہٗ

بعتبة

(بخاری ص۲۷۶ ج۱)

دیاکہ اس بچے کو شکل و شباہت میں عتبہ کے جیسا پایا۔

اور نسائی شریف کی ایک روایت میں اس طرح ہے۔

عن عبد الله بن زبیر قال کانت لزمعة جارية يتطئها فجاءت بولد شبه الذی کان یظن به، فمات زمعة وهی حبلیٰ. فذکرت ذالك سودة لرسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم "الولد للفراش" واحتجبی منه یا سودة! فلیس لك باخ۔

(نسائی شریف ص۲۳ ج۲)

عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمعہ کے پاس ایک باندی تھی جس کے ساتھ وہ وطی کیا کرتا تھا اور اسے ایک آدمی پر یہ گمان تھا کہ وہ اس سے زنا کرتا ہے پھر اس باندی کے ایک بچہ پیدا ہوا جو اسی شخص کے مشابہ وہم شکل تھا جس پر زمعہ کو گمان تھا اور ابھی یہ باندی حاملہ ہی تھی کہ زمعہ کا انتقال ہو گیا بعد ولادت حضرت سودہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کا ہے۔ اور اے سودہ تم اس سے پردہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔

مذکورہ روایات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ان امور کا انکشاف ہوتا ہے کہ۔ زمعہ[1] کو اپنی باندی کے بارے میں اس بات کا ظن تھا کہ کسی شخص سے اس کے ناجائز تعلقات ہیں۔ اور[2] عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی کو وصیت کر کے ولیدۂ زمعہ سے اپنی شناسائی کا سربستہ راز منکشف بھی کر دیا۔ پھر یہ[3] واقعہ بھی ان کے غلط روابط کی تائید کرتا ہے کہ اس باندی کا بچہ ہو بہو عتبہ کے مشابہ تھا۔ بلکہ[4] اسی مشابہت کی بنیاد پر حضور پُر نور نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی رفیقۂ حیات اور زمعہ کی بیٹی سے پردہ کرنے کا حکم نافذ فرما دیا اور نسائی

شریف کی روایت کے مطابق تو صاف صاف حضرت سودہ اور اس بچے کے مابین رشتۂ اخوت کا انکار بھی فرما دیا۔

یہ ایسے قرائن و شواہد ہیں کہ جن سے عتبہ بن ابی وقاص اور زمعہ کی ام ولد کے مابین ناروا آشنائی کے ساتھ اس بات کا بھی ایک اشارہ ملتا ہے کہ ولیدۂ زمعہ کے شکم سے پیدا ہونے والا بچہ زمعہ کا نہیں تھا بلکہ عتبہ بن ابی وقاص کا تھا لیکن رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فراش کی بنیاد پر ان تمام شواہد و قرائن سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صاف صاف یہ فیصلہ سنا دیا کہ۔

الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

بچہ صاحبِ فراش (زمعہ) کا ہے اور زانی کے لئے پتھر۔

اب ذرا ناظرین خاص طور سے توجہ فرمائیں کہ جب ایسے واضح قرائن و شواہد کے پائے جانے کے باوجود قیام فراش کو ترجیح دے کر بچے کو صاحب فراش کے لئے تسلیم کیا جا سکتا ہے تو جہاں ایسے قرائن و شواہد کا ثبوت بھی نہ ہو وہاں بچے کو صاحبِ فراش کے لئے کیوں نہیں مانا جا سکتا اور قیام فراش کو اوہام باطلہ اور ظنون مطرودہ پر کیوں نہیں ترجیح دیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں جب سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح لفظوں میں یہ بیان فرما دیا کہ زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے اور بچہ صاحب فراش کے لئے ہے تو زیر بحث مسئلے میں وہ آوارہ عورت اگرچہ زانیہ کہی جائے لیکن اس کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کیا زانی کے قرار پائیں گے جس کے لئے بحکم حدیث پتھر ہے۔ یا اس عورت کے شوہر کے ہوں گے جو صاحب فراش ہے۔ ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یہاں پر اس حدیث کی روشنی میں آخر کیا حکم نافذ کیا جائے گا۔ یہاں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ان بچوں کو ہندہ کے شوہر کا قرار دے کر دین مصطفوی میں کوئی نئی بات ایجاد کی ہے یا اسی حکم پر عمل فرمایا ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ارشاد مبارک سے ثابت ہوتا ہے۔

ندائے عرفات کے ایڈیٹر صاحب تھوڑی ہی دیر کے لئے حق کی پاسداری کیجئے، اور یہ بتائیے کہ جس طرح ہندہ والے مسئلے میں آپ نے اوہام وخیالات کا سہارا لے کر ایک عالم اہل سنت کا تمسخر اور استہزاء کیا ہے اور اس کے خلاف عوام کو بھڑکانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے کیا اسی طرح ولیدہ زمعہ والے مسئلے میں ویسے ہی اوہام وخیالات بلکہ مذکورہ بالا قرائن وشواہد کی بنیاد پر اس عناد پرستی کی تکمیل نہیں کی جاسکتی پھر بتائیے کہ کیا رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک آپ کے تمسخر اور استہزاء کی زد سے محفوظ رہ سکے گا۔ کیا انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بے گانہ بنایا ہے، کیا ان کی تعلیمات کا مقصد لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا اور بے گانہ بنانا تھا، کیا وہ مشرکانہ عقائد کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے؟ اگر نہیں تو آپ نے اس مسئلے کو جو ارشاد رسول "الولد للفراش وللعاھر الحجر" کے عین موافق ومطابق ہے مشرکانہ عقائد سے کیوں شمار کیا اگر آپ کو ذات رسالت سے کوئی کد ہے تو کھل کر سامنے کیوں نہیں آتے اور اعلیٰ حضرت کو آڑ کیوں بناتے ہیں ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اب ذیل میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ فتویٰ من وعن درج کیا جاتا ہے اسے بغور مطالعہ فرمائیے اور حق کا ساتھ دیجئے۔

مسئلہ ۹۹:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئی زید کا انتقال ہوگیا وہ اولاد زید کی اولاد شرعاً متصور ہوکر زید کا ترکہ پائیں گی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔ بچہ اپنی ماں کا یقینی جزء ہے جس میں شک واحتمال کو اصلاً گنجائش نہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا شاید کسی دوسرے کا ہو اور باپ کی جزئیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم نہ ہو نظر بحقیقت ظنی ہے اگرچہ بحسب حکم شرعی وعرفی کالقطعی ہے جس میں تشکیک مخذول ونامقبول۔

الولد للفراش والناس امناء علی انسابھم — لڑکا اس کے لئے ہے جس کی یہ فراش ہے (یعنی یہ جس کی بیوی ہے) اور لوگ اپنے نسب پر امین ہیں۔

ولہٰذا نسب پر شہادت بتسامع وشہرت روا ہے پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے کہ روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی طرف نسبت کرکے پکارے جائیں گے یہی فرق ہے کہ قرآن عظیم نے امہات کے حق میں اخبار فرمایا۔

اِنْ اُمَّھٰتُھُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَھُمْ — انکی مائیں وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں۔

اور حق آباء میں صرف اتنا فرمایا۔

اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ — انہیں ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے یہاں۔

مگر کرامت انسان کے لئے رب عزوجل نے نسب باپ سے رکھا ہے کہ بچہ محتاج پرورش ہے، محتاج تربیت ہے، محتاج تعلیم ہے اور ان باتوں پر مردوں کو قدرت ہے نہ عورتوں کو۔ جب کہ عقل بھی ناقص، دین بھی ناقص اور خود دوسرے کی دست نگر ولہٰذا بچہ پر رحمت کے لئے اثبات نسب میں ادنیٰ بعید سے بعید، ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر فی نفسہ عندالناس

محتمل ہے، قطع کی طرف انھیں راہ نہیں، غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا، یا اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا، پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیوں یقین ہو، ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہوا احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے کہ ممکن ہے کہ وہ طیِّ ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے ممکن ہے کہ جن اس کے تابع ہوں، ممکن ہے کہ صاحب کرامت ہو، ممکن کہ کوئی ایسا عمل جانتا ہو، ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو، ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادۃً بعید ہیں مگر وہ پہلا احتمال شرعاً و اخلاقاً بعید ہے۔ زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولاد زانی نہیں ٹھہر سکتے اولاد اس کی قرار پانی ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ھبہ تعبیر کی۔ (پ ۲۵ سورہ ۴۲

يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ إِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ	جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ (ترجمہ رضویہ)

اور زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے، نہ کہ مستحق ہبہ و عطا، لہذا ارشاد ہوا "وَلِلعَاھِرِ الحجر" زانی کے لئے پتھر۔ تو اگر اس احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ، مربی معلم، پرورش کنندہ نہ ہوگا لہذا ضروری ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادۃً قریب ہے اور شرعاً و اخلاقاً بہت بعید سے بعید۔ اور دوسری کا احتمال عادۃً بعید اور شرعاً و اخلاقاً بہت قریب سے قریب، اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں اور بُعد عادی کے لحاظ سے بُعد شرعی و اخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے اختیار نہ کریں۔ اس میں کون سا خلاف عقل و روایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف شرع و اخلاق و رحمت ہے لہذا عام حکم ارشاد ہوا کہ "الولد

للفراش وللعَاھِرِ الحجر" زید اگر اقصیٰ مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے مغرب میں اور بذریعہ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا ان میں بارہ ہزار میل سے زائد فاصلہ اور صدہا دریا، پہاڑ سمندر حائل ہیں اور ایسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ پیدا ہوا، بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا اور مجہول النسب یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے درمختار اور فتح القدیر کے درج بالا جزئیات اور بخاری و مسلم کی مذکورہ حدیث ثبوت میں نقل فرمائی ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔

بالجملہ ان میں جو بچے زید کی زندگی میں پیدا ہوئے یا زید کی موت کے بعد عدت کے اندر یا چار مہینے دس دن پر عورت نے عدت گذر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو موتِ زید سے دو برس کے اندر یا اقرارِ انقضاء عدت کر چکی ہو تو اس دن سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہوئے ہوں وہ سب شرعاً اولاد زید قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا، ہاں جو موتِ زید سے دو برس بعد یا بہ صورت اقرارِ زن با نقضائے عدت اسی دن سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئے وہ نہ اولاد زید ہیں، نہ اس کا ترکہ پائیں گے۔ درمختار میں ہے۔

یثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منھما (ای من سنتین ش) من وقت الموت اذا کان کبیرۃ ولو غیر مدخول بھا وان لاکثر منھا من وقتہ لا یثبت۔ بدائع الصنائع	موت کی عدت گذارنے والی عورت کے بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا بشرطیکہ وہ وقتِ وفات سے دو سال سے کم میں پیدا ہوا ہو اور عورت بالغہ ہو اگرچہ شوہر نے بظاہر اس کے ساتھ وطی نہ کی ہو۔ اور اگر بچہ کی ولادت وقتِ وفات سے مدتِ مذکورہ سے زیادہ مدت میں ہوئی ہو تو بچہ ثابت النسب نہ ہوگا۔ (

وکذا المقرۃ لمضیھا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار للتیقن بکذبھا والالا ۔ لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار اھ ملخصًا واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت ص۴۴ وص۴۵ وص۴۶ جلد دوم)

اور جس عورت نے عدت وفات کے ختم ہوجانے کا اقرار کرلیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے (یعنی اس کے بچے کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہوگا) جب کہ بچہ کی پیدائش اقرار کے وقت سے حمل کی سب سے کم مدت (چھ ماہ) سے بھی کم میں ہوئی ہو کیونکہ یہاں عورت کا جھوٹ یقینی ہے اور اگر اتنی مدت سے زیادہ میں ولادت ہو تو وہ ثابت النسب نہ ہوگا کیوں کہ اب احتمال ہے کہ حمل کا وجود (یعنی استقرار) اقرار کے بعد ہوا ہو۔

شورے شد واز خواب عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقی ست ہمہ فتنہ غنودیم

واللہ تعالیٰ و رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کیا جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے؟

نواں مسئلہ

جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے۔ اگر ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال۔ جیسے بکری کا بچہ بھیڑیئے، یا کتے سے پیدا ہو۔"
(فتاویٰ رضویہ ص۴۴۴ ج۱)

مسلمانو! بالخصوص رضا خوانی بھائیو! اس جدید رضا خوانی دھرم کا خلاصہ یہ ہے کہ بکری اور کتے کی جفتی سے جو پیدا ہو وہ حلال ہے اور اسی طرح گائے اور گدھے کی جفتی سے جو بچہ پیدا ہو وہ حلال ہے۔ مولوی حشمت علی کے یہ دو شعر اس مقام کیلئے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ مولوی احمد رضا خانصاحب کی بارگاہ میں مولوی حشمت علی اس طرح بول رہے ہیں ؎

میرے آقا میرے داتا مجھے ٹکڑا مل جائے ‌ ‌ دیر سے آس لگائے ہے یہ کُتا تیرا
اس عبید رضوی پر ہو کرم کی نظر ‌ ‌ بد سہی، چور سہی، ہے تو یہ کتا تیرا

(مولانا) حشمت علی خان صاحب نے خود کو اعلیٰ حضرت کا کُتا یقین کر کے ٹکڑا مانگا ہے۔ اور اپنے بد ہونے، چور ہونے کا اقرار کیا ہے۔ شاید مجدد بریلوی نے اس مسئلہ میں ایسے ہی کتوں کی رعایت کی ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ کتے سے اگر بکری کے بچہ پیدا ہو تو وہ حلال ہے۔ معاذ اللہ (ندائے عرفات ص۲ وص۴۹)

یہ ہے دیوبندی تہذیب، جس پر انہیں ناز ہے، "جانوروں کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے"۔ یہ حنفی مسلک کا ایسا معروف و مشہور اور محقق اور مسلم الثبوت ضابطہ ہے کہ فقہ سے ادنیٰ سا بھی مس رکھنے والے کسی صاحب ہوش سے اسکے انکار کا وہم و گمان نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ ذیل کے شواہد سے بخوبی اندازہ ہوگا۔

تحفۃ الاقران میں ہے۔

نتیجۃ الاھلی، والوحشی تلحق بالام علی المرضی

بکری اور ہرن کی جفتی سے پیدا ہونے والا بچہ پسندیدہ اور مختار مسلک کے مطابق ماں کے ساتھ لاحق ہوگا۔ (یعنی احکام میں ماں کے تابع ہوگا)

ومثلہ نتیجۃ المحرّم مع المباح یا اخی فاعلم

اور اے میرے بھائی جان لو کہ حلال و حرام جانور کی جفتی سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کا بھی یہی حکم ہے (کہ مذہب مختار پر ماں کے حکم میں ہوگا)

(شامی ص۱۵۱ ج ۱ بحوالہ تحفۃ الاقران، باب الاضحیۃ)

ردالمحتار میں ہے۔

المشہور فی کلامھم من اطلاق ان العبرۃ للام۔ (کتاب مذکور ص۱۵۱ ج ۱)

فقہاء کے کلام میں یہ مشہور ہے کہ (جانوروں میں) علی الاطلاق ماں کا اعتبار ہے۔

غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی اور نہر الفائق، پھر شامی میں ہے۔

ان الاصل فی الحیوانات الالحاق بالام کما صرحوا بہ فی غیر موضع (وزاد فی ش) ونحوہ فی النھر اھ (غنیہ ص ۱۷۰، شامی ص ۱۵۰ ج ۱ مطلب: ست تورث النسیان)

بے شک جانوروں کے باب میں ضابطہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں جیسا کہ فقہاء نے کثیر مقامات پر اس کی تصریح فرمائی ہے اور نہر الفائق میں اسی کے ہم معنی صراحت ہے۔

ہدایہ شرح بدایہ میں ہے۔

المولود بین الاھلی، والوحشی یتبع الام۔ لانھا الاصل فی التبعیۃ اھ (ہدایہ ص۴۴۹ ج ۴)

بکری اور ہرن کی جفتی سے جو جانور پیدا ہوگا وہ ماں کے تابع ہوگا کیونکہ بچہ کے تابع ہونے میں ماں ہی اصل اور بنیاد ہے۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

الام ھی المعتبرۃ فی الحکم اھ (بحر الرائق ص ۱۴۱ ج ۱)

(جانوروں کے) حکم میں ماں ہی کا اعتبار ہے۔

مجمع الانہر اور بنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔

فان کانت امہ بقرۃ یوکل بلاخلاف۔ لان المعتبر فی الحل، والحرمۃ الام فیما تولد من ماکول وغیر ماکول۔ اھ و نحوہ فی البنایۃ۔ اھ

اگر خچر کی ماں گائے ہے تو وہ بالاتفاق کھایا جائے گا۔ اس لئے کہ اس جانور کے حلال و حرام ہونے میں جو ماکول اور غیر ماکول سے پیدا ہو ماں کا اعتبار ہے (کہ ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہے اور ماں حرام تو بچہ بھی حرام۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے حاشیہ درمختار میں اس مسئلہ خاص کی شہادت فراہم کرتے ہوئے بدائع الصنائع فی ترتیب احکام الشرائع کے حوالہ سے ایک نہایت لطیف و نفیس تحقیق پیش کی ہے وہ خصوصی توجہ کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے۔ علامہ موصوف نے اپنے حاشیہ میں اس بات کا انکشاف فرمایا ہے کہ آخر جانوروں میں بچہ کیوں ماں کے تابع ہوتا ہے یا ان کی حلت و حرمت وغیرہ کے احکام ماں کی حلت و حرمت وغیرہ پر کیوں مبنی ہیں؟ علامہ شامی رقم طراز ہیں۔

(قولہ: اعتبار اللام) لانھا الاصل فی الولد لانفصالہ منھا وھو حیوان متقوم ولا ینفصل من الاب الاماء

فقہاء نے ماں کا اعتبار اس لئے کیا کہ ماں ہی بچہ کی اصل اور جزء ہے کیونکہ بچہ ماں سے جدا ہوتا ہے۔ جو حیوان متقوم ہے (تو یہ ماں کا جزء ہوا اور ماں اس کی اصل ہوئی

مهينا ولهذا يتبعها فى الرق والحرية ۔ وانما اضيف الآدمى الى ابيه تشريفا له وصيانة له عن الضياع والا فالاصل اضافته الى الام كما فى البدائع اھ

(رد المحتار ص۱۵ و ص۱۵۱ ج ۱)

اور باپ سے تو صرف حقیر پانی جدا ہوتا ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ غلام ہونے اور آزاد ہونے میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے اور آدمی جو اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ محض اس کی اظہار شرافت کیلئے اور اس کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے ورنہ اصل یہی ہے کہ آدمی بھی اپنی ماں کی طرف منسوب ہو۔ بدائع الصنائع میں ایسا ہی مذکور ہے۔

فاضل جلیل علامہ اخی چلپی یوسف بن جنید توقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۵ھ) نے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اسی کے مناسب اور ہم معنی وضاحت پیش کی ہے چنانچہ وہ اپنی مایہ ناز اور قابل افتخار تصنیف "ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ" معروف بہ "حاشیہ چلپی" میں لکھتے ہیں۔

"ہرن اور گائے کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ماں کے تابع ہوگا، اس لئے کہ بچہ کے تابع ہونے میں ماں ہی اصل اور بنیاد ہے۔ کیونکہ بچہ ماں کا جزء ہے اور اسی بنا پر وہ غلام اور آزاد ہونے میں ماں کے تابع ہوتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ نر کے جسم سے پانی الگ ہوتا ہے جو اس حکم کا محل نہیں ہے (یعنی منی میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ بچے کو اس کا تابع قرار دیا جائے) اور ماں سے حیوان جدا ہوتا ہے جو اس حکم کا یعنی تابع ہونے کا محل ہے۔ پس بچہ کی تبعیت کا اعتبار ماں کے ساتھ کیا گیا ہے"۔

(ص ۵۷٤ ج ٤، اضحیۃ، نول کشور)

ان عبارات میں جانوروں کے متعلق یہ اصل وضابطہ بتایا گیا ہے کہ ان

کے احکام میں علی الاطلاق ماں کا اعتبار ہے۔ اور یہ ایسا ضابطہ ہے جو فقہاء عظام و علماء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے کلام میں درجۂ شہرت پر فائز ہے۔ اور یہی ان کے نزدیک مختار اور راجح ہے۔ اب خاص بھیڑیا والے مسئلہ کا جزیہ ملاحظہ فرمائیے۔

بھیڑیئے کا حکم فقہی تصریحات سے

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

ان الذئب لو نزا على شاة فولدت ذئبا حل اكله، ويجزى فى الاضحية اھ۔ (بحر الرائق ص۱۴۱ ج ۱)

بھیڑیئے نے اگر بکری سے جفتی کیا اور بکری نے بھیڑیا جنا تو اس بچے کو کھانا حلال ہے اور وہ قربانی کے لئے کافی ہے۔

ہدایہ کے باب الاضحیہ میں ہے

ان نزا الذئب على الشاة يضحى بالولد اھ (ہدایہ ص۴۴۹ ج ۴)

اگر بھیڑیئے نے بکری کے ساتھ جفتی کیا تو بچے کی قربانی ہو سکتی ہے۔

بنایہ شرح ہدایہ کتاب الطہارت میں ہے۔

ان الذئب اذا نزا على شاة فولدت ذئبا حل اكله ويجزى فى الاضحية ذكره صاحب الكافى فى الاضحية ۔ اھ

بھیڑیئے نے اگر بکری سے جوڑا کھایا اور بکری نے بھیڑیا جنا تو اس کا کھانا حلال ہے اور وہ قربانی کے لئے کافی ہو جائے گا۔ صاحب کافی نے قربانی کے بیان میں اس کو ذکر کیا ہے۔

اب کتے اور بکری کے جماع سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم ملاحظہ فرمائیے۔

کتے کے حکم کے متعلق ایک جزئیہ

مجمع الانہر میں قہستانی کے حوالے سے منقول ہے۔

وان شاة لو حملت من كلب و رأس ولدها رأس كلب اُكل

بکری اگر کتے سے بچہ جنے اور اس بچے کا سر کتے کا سر ہو تو وہ کھایا جائے گا

الا راسہ ان اکل العلف دون اللحم اھ (ص۵۱۳ ج ۲)

مگر اس کا سر نہیں کھایا جائے گا اگر گھاس کھاتا ہو اور گوشت کھاتا ہو تو نہیں کھایا جائے گا۔

اس عبارت میں جو یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ "وہ بچہ اگر گھاس کھاتا ہو تو اسے کھایا جائے گا اور گوشت کھاتا ہو تو نہیں" تو یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ بچہ کتے کی شکل وصورت پر ہو۔ اور اگر اس کی شکل وصورت بکری ہی جیسی ہے تو وہ بغیر کسی اختلاف کے کھایا جائے گا۔

یہاں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کتے کی جفتی سے اگر بکری نے بکری کا سا بچہ جنا تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں اب ناظرین خود ہی فیصلہ کر لیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو مسئلہ بیان فرمایا ہے وہ ان کا اختراع اور تراشیدہ ہے؟ یا مذہب حنفی کی دیانتدارانہ ترجمانی؟ ؎

من آنچہ شرط بلاغ ست با تو می گویم
تو خواہ ازیں سخنم پند گیر خواہ ملال

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ اور اعتراف حقیقت

اب آگے بڑھیے اور شاخسانہ نویس صاحب کے گھر کا حال بھی معلوم کر لیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہائے ذیل کے بارے میں۔

۱۔ ——— بکری جو کہ ہرن سے جوڑ کھا کر بچہ دے اس بچہ کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور وہ بکری کے حکم میں ہوگا کہ ہرن کے۔

۲۔ ——— خچر جس کی ماں گھوڑی ہو اس کا جوٹھا کھانا حرام ہے یا مکروہ۔ گھوڑے کے حکم میں ہے کہ خچر کے۔؟ المستفتی محمد ابو الکلام رنگ ساز

کریم الدین پور۔ گھوسی ضلع اعظم گڑھ۔ ۲۸ جولائی ۷۹ء

باسمہ سبحانہ

الجواب نمبر ۵۴۰ حامدا ومصلیا۔ (۱) ——— جانوروں کے متعلق ایک ضابطہ "الاشباہ والنظائر" میں یہ لکھا ہے "الولد یتبع الام" یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے۔ جو حکم ماں کا وہی بچہ کا۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس بچہ کی ماں بکری ہے اور باپ ہرن اس کی قربانی درست ہو ——— مگر ایک دوسرا قاعدہ یہ بھی لکھتے ہیں "اذا اختلطا[1] الحلال والحرام غلب الحرام" یعنی جب حلال حرام مخلوط ہو جائیں تو حرام کا اثر غالب رہے گا۔ بکری کی قربانی درست ہرن کی نادرست۔ ان کے اختلاط کے نتیجے میں قربانی نادرست ہونی چاہئے۔ قول اول (یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے) راجح ہے۔ (۳) اس کا حال بھی نمبر ا سے ظاہر ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ ۴/۹/۱۳۹۹ھ

اس فتوے سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جانوروں کے متعلق جو ضابطہ نقل فرمایا ہے دیوبندیوں کے نزدیک بھی وہی راجح ہے یعنی بچہ اپنے احکام میں ماں کے تابع ہوگا جو حکم ماں کا ہوگا وہی اس کا بھی قرار پائے گا۔ اور سوال نمبر ۳ کے جواب سے یہ امر بھی اچھی طرح نمایاں ہے کہ مسلک راجح کے مطابق وہ خچر گھوڑے کے حکم میں ہے جس کی ماں گھوڑی ہو تو اب قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ ——— ماں کے گھوڑی ہونے کی وجہ سے خچر اگر گھوڑے کے حکم میں ہو سکتا ہے تو بکری کا بچہ جو بھیڑیے یا ہرن یا کتے کے جماع سے پیدا ہو بکری کے حکم میں کیوں نہیں ہو سکتا۔

---

[1] اس فتویٰ میں ایک علمی کمال کا مظاہرہ یہ کیا گیا ہے کہ اشباہ ونظائر کے دوسرے والے قاعدہ کو اس طرح بیان کیا گیا۔ "اذا اختلطا الحلال والحرام" یعنی فعل کو تثنیہ استعمال کیا گیا حالانکہ علم نحو کے ابتدائی درجہ کا طالب علم بھی اس بات سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ جب فاعل ظاہر ہو تو فعل بہر حال واحد لایا جائے گا۔ ۱۲ منہ

درسِ عبرت

جناب شاخسانہ نویس صاحب نے اپنی تحریر مذکور میں شیر بیشۂ سنت حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے جن شرافتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان سے ان کی فطرت اور ان کے مذاق کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے —— ہم جناب کو صرف درس عبرت دینے کے لئے اکابر دیوبند کے چند ارشادات سپرد قلم کررہے ہیں۔ آپ بھی مطالعہ فرمائیے اور چاشنی بدلئے ؎

نوا را تلخ تر می زن چوں ذوق نغمہ کم یابی
حدی را تیز تر میخواں چوں محمل را گراں بینی

۱ —— بانیٔ مدرسہ دیوبند، اور دیوبندی جماعت کے قاسم العلوم والخیرات مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب قصائد قاسمی میں نغمہ زن ہیں۔

تیرے بھروسے پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت — گناہ قاسم برگشتہ بخت، بد اطوار
کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام — کرے گا یا نبی اللہ کیا مرے یہ پکار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ — کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

کہئے جناب! کیا آپ اپنے بقول مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے بارے میں یہ ارشاد فرمائیے گا کہ —— انہوں نے اپنے کو بداطوار، بہت بڑا مجرم، اور نام کا مسلمان یقین کرکے بڑی حسرت کے ساتھ کتا بننے کی آرزو ظاہر کی ہے۔

۲ —— دیوبندی گروپ کے مربیٔ خلائق، مطاع العالم اور بانیٔ اسلام کے ثانی جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنی مایۂ ناز تصنیف فتاویٰ رشیدیہ میں ان الفاظ میں دستخط کئے ہیں۔

"کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی"

اور براہین قاطعہ کی تقریظ میں "احقر الناس بندہ رشید احمد گنگوہی"

تحریر کیا ہے —— انہیں حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں کتبہ الاحقر لکھ کر دستخط کیا ہے —— "الاحقر" کا معنی ہے —— "بہت زیادہ ذلیل وحقیر" —— اور "احقر الناس" کا معنی ہے۔ "لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وحقیر اور سب سے کمتر" —— کھلی ہوئی بات ہے کہ جب آپ کے ان بزرگوں نے اپنے آپ کو —— "الاحقر" اور "احقر الناس" تحریر کیا ہے تو بلفظ دیگر انہوں نے اس بات کا اعتراف واقرار کیا ہے کہ —— وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وحقیر اور سب سے کمتر ہیں۔

اب سوال اس بات کا ہے کہ رب السمٰوٰت والارض کی وہ کون سی مخلوق ہے جو سب سے زیادہ ذلیل وخوار ہے —— تو اس کا واضح جواب قرآن حکیم میں موجود ہے، خود خالق کائنات جل جلالہٗ نے ان کا امتیازی اور نمایاں وصف بتاکر ان کا چہرہ اور صحیح خد وخال اس طرح پیش کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ (المجادلہ)

بے شک وہ لوگ جو اللہ ورسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ (البینہ)

بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

شاخسانہ نویس صاحب! اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو ارشاد فرمائیے کہ: کیا آپ ان قرآنی آیتوں کے پیش نظر اپنے گھر کے بزرگوں کی شان میں بھی اس طبعی شرافت کا مظاہرہ کیجئے گا جس کا اظہار کہیں آپ نے بڑے جوش وخروش کے ساتھ نہایت غیر مہذب انداز میں کیا ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہیں پھینکتے — دیوار آہنی پر حماقت تو دیکھئے

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے — ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعْلَم

عورت کے مرتد ہونے سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا

دسواں مسئلہ

اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت (معاذ اللہ) مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی، وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے مسلمان ہو کر، یا بلا اسلام وہ دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۳۹۳)

مسلمانو! مجدد البدعات بریلوی کی خرافات وہفوات کے چند نمونے آپ کے سامنے ہم نے پیش کئے ہیں۔ غور سے ملاحظہ فرمانے کے بعد خان صاحب کے دین و مذہب کا آپ کو پتہ چل جائے گا، اور خان صاحب کی حق پوشی اور ناحق کوشی بھی روز روشن کی طرح سے آپ پر واضح ہو جائے گی۔

(ندائے عرفات ص۴۴)

ایڈیٹر صاحب! امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پر تیر ونشتر چلانے سے پہلے آپ کو اپنے گھر کی بھی خبر لینی چاہئے تھی، ملاحظہ کیجئے۔ دار العلوم دیوبند کا فتویٰ۔

مفتی محمد شفیع صاحب سے یہ سوال ہوا۔

"ہندہ زوجہ زید تقریباً دو تین سال سے اپنے خاوند سے ناشزہ رہی اب چھ ماہ سے اسلام کو ترک کر کے مذہب عیسائی اختیار کر لیا ہے تو نکاح قائم ہے یا منقطع ہو گیا۔ اگر ہندہ پھر اسلام قبول کرے تو زید کا نکاح عود کرے گا یا نہیں؟ (ص۱۳۴ ج۱)

اس کے جواب میں پہلے انہوں نے یہ خامہ فرسائی کی۔

"مرتد ہو جانے سے ہندہ کا نکاح فسخ ہو گیا، پھر جب کبھی وہ اسلام قبول کرے اس کو زید ہی کے نکاح میں رہنا ہوگا مگر نکاح جدید کرنا پڑے گا۔"

(امداد المفتیین ج۱ ص۱۳۴)

پھر جب حالات زمانہ پر نظر ڈالی تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیروکار ہو گئے، اور اس فتوے پر یہ حاشیہ تحریر کیا۔

"یہ حکم ظاہر الروایہ کے مطابق لکھا گیا تھا لیکن بعد میں حوادث و حالات اور ضروریات اسلامیہ پر نظر کر کے بمشورہ اکابر دوسرا حکم جو دوسری روایت پر مبنی ہے اور جس کو مشائخ بلخ وغیرہ نے پہلے ہی اختیار کیا تھا اس کو اختیار کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اور احقر نے اس پر مستقل رسالہ "حُکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج" لکھا جو رسالہ "حیلۂ ناجزہ" کا جز ہو کر شائع ہوا ہے بہر حال اب فتویٰ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

محمد شفیع عفی عنہ۔ صفر ۱۳۶۶ھ

(فتاویٰ دار العلوم۔) (امداد المفتیین ج۱ ص۱۳۴)

یہ فیصلہ اکابر دیوبند کے مشورے سے مفتی شفیع صاحب نے آج سے سینتیس[۳۵] برس پہلے صادر کیا تھا۔ تو ایڈیٹر صاحب فرمائیے، کیا ان پر بھی آپ وہی تبرائیں گے جس کی مشاقی آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے لئے کی ہے ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

واقعہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو مسئلہ تحریر فرمایا ہے وہ مشائخ حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کی ترجمانی ہے اور آپ اس باب میں انہیں کے نقش قدم کے پیروکار ہیں جیسا کہ ذیل کے فقہی جزئیات سے بخوبی اندازہ ہوگا۔

فقہ حنفی کی معتمد کتاب الدر المختار میں اس مسئلے پر یوں روشنی ڈالی گئی۔

وافتیٰ مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردّتها زجرًا، وتیسیرًا لا سیمًا الّتی تقع فی المکفر ثم تنکر۔

بلخ کے مشائخ کرام نے عورتوں کو کفر سے روکنے اور لوگوں کی آسانی کے لئے یہ فتویٰ صادر کیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے میاں بیوی کے درمیان فرقت نہیں واقع ہوگی خاص کر اس عورت کے مرتد ہونے سے جو کفر کا ارتکاب کر کے انکار کر بیٹھتی ہے۔

قال فی النهر:- والافتاءُ بهذا اولیٰ من الافتاء بما فی النوادر۔ اھ (الدر المختار شرح تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ص۳۹۳ ج ۱ باب نکاح الکافر، نعمانیہ)

نہر میں فرمایا کہ اس قول پر فتویٰ دینا نوادر پر فتویٰ دینے سے راجح ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور زمانہ حاشیہ میں نہر کی اصل عبارت نقل فرمائی ہے، وہ یہ ہے۔

عبارتُهٗ: ولا یخفیٰ انّ الافتاء بما اختارہ بعض ائمۃ بلخ من الافتاء بمافی النوادر۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ بعض ائمہ بلخ نے جو موقف اختیار کیا ہے اس پر فتویٰ دینا روایت نوادر پر فتویٰ دینے سے راجح ہے۔

ولقد شاهدنا من المشاق فی تجدیدها، فضلاً عن جبرها بالضرب ونحوہٖ مالا یعد ولا یحدّ۔

وقد کان بعض مشائخنا من علماء العجم ابتلی بامرأۃ تقع فیما یوجب الکفر کثیرًا ثم تنکر، وعن التجدید تابی۔ ومن القواعد "المشقۃ تجلب التیسیر والله المیسر لکل عسیر۔ (رد المحتار ص۳۹۳ ج۱، نعمانیہ۔ منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق ص ۲۳۰ ج ۳)

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ مرتد ہونے والی عورت سے نکاح جدید کرنے میں بے حد وبیشمار مشقتیں ہیں تو پھر اسکی پٹائی وغیرہ کر کے تجدید اسلام پھر تجدید نکاح پر اسے مجبور کرنا کس درجہ مشقت کا باعث ہوگا۔

ہمارے بعض مشائخ عجم کے سر ایک عورت کی مصیبت یہ آگئی کہ وہ اکثر کفر کا ارتکاب کرتی پھر مکر جاتی، ساتھ ہی تجدید اسلام وتجدید نکاح سے بھی انکار کرتی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مشقت آسانی لاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر دشواری کو آسان کرنے والا ہے۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں بھی یہ مسئلہ منقول ہے۔

بعض مشائخ بلخ ومشائخ سمرقند افتوا بعدم الفرقۃ بردتها حسمًا لباب المعصیۃ والحیلۃ للخلاص منہ۔ اھ (البحر الرائق ص ۲۳۰ ج ۳)

بعض مشائخ بلخ ومشائخ سمرقند نے فتویٰ دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے فرقت نہیں واقع ہوگی تاکہ شوہر سے رہائی حاصل کرنے کیلئے کفر کو حیلہ بنانے کی جڑ کٹ جائے اور معصیت کا دروازہ بند ہو جائے۔

ذخیرۃ العقبیٰ شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ میں ہے۔

"بلخ اور سمرقند کے مشائخ کرام اور امام حاکم شہید رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنے دین سے پھر جانا نکاح کے فاسد بنانے میں اثر انداز نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کے باعث تجدید نکاح واجب ہوگا تاکہ عورتوں کے ارتداد کا دروازہ بند ہو جائے"۔

(ذخیرۃ العقبیٰ معروف بہ حاشیہ چلپی ص ۱۰۶، اخیر باب نکاح الرقیق والکافر مطبع نول کشور۔)

واقعہ یہ ہے کہ اس باب میں مذہب حنفی کی دو روایتیں ہیں۔

(۱) ظاہر الروایۃ (۲) نادر الروایۃ

اس زمانے میں دونوں ہی روایتوں پر عمل حد درجہ دشوار، بلکہ ناممکن ہے جیسے اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ ناممکن ہے اب اگر ان روایات کے مطابق فسخ نکاح کا حکم صادر کیا جائے تو پھر اس سے پیدا ہونے والے ضرر عام کے مٹانے کی کوئی سبیل نہ ہوگی، عورتوں میں شوہروں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنے مذہب سے ارتداد عام ہو جائے گا اور اس پر کنٹرول ناممکن ہوگا اس لئے فقہائے کرام نے قواعد مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے عدم فسخ کا فرمان جاری کر دیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اگر مذہب اسلام سے پھر جائے مثلاً خدائے پاک جل جلالہ یا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کردے یا تصدیق کے منافی کوئی بات بول دے یا کام کر دے تو اس کا نکاح فوراً ختم کر دیا جائے گا، لیکن اس کے ساتھ عورت پر ایسی عبرتناک اور ہوش ربا پابندیاں عائد کی گئی ہیں کہ وہ شوہر سے کسی طرح آزادی نہیں حاصل کر سکتی۔

ظاہر الروایہ میں اس کی سزا یہ مقرر ہے کہ اسے پچھتر کوڑے مارے جائیں، اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے، اگر اسلام نہ قبول کرے تو اسے زندگی بھر سزائے قید میں مبتلا رکھا جائے، اور اگر اسلام قبول کرلے تو قاضی شرع زبردستی اسی شوہر کے ساتھ اس کا نکاح معمولی مہر کے بدلے میں کردے۔

نادر الروایۃ میں عورت اسلام سے پھر جانے کے بعد مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہو جاتی ہے اس لئے شوہر کو اس سے نکاح کرنے کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ اگر وہ مال غنیمت کا مصرف ہے تو اسے اپنی لونڈی بنا کر تصرف میں رکھے ورنہ حاکم اسلام سے خرید کر تصرف میں لائے۔

فتح القدیر میں ہے

وعامة مشائخ بخارىٰ افتوا بالفرقة وجبرها على الاسلام وعلى النكاح مع زوجها الاول، لان الحسم بذالك يحصل۔

عامۂ مشائخ بخارا نے یہ فتویٰ دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت اسلام قبول کرنے اور شوہر اول کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کی جائے گی کہ اسکی وجہ سے ارتداد کو فسخ نکاح کا حیلہ بنانے کی جڑ کٹ جائے گی۔

ولكل قاضٍ ان يجدّد النكاح بينهما بمهر يسير ولو بدينار رضيت ام لا۔ وتعزر خمسة وسبعين، ولا تسترق المرتدة ما دامت فى دار الاسلام فى ظاهر الرواية۔

اور ہر قاضی کو یہ اختیار ہے کہ ان دونوں کے درمیان تجدید نکاح کردے اور مہر معمولی ہو اگرچہ ایک دینار، چاہے عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ اس عورت کو پچھتر کوڑے سزا میں مارے جائیں گے اور جب تک وہ دار الاسلام میں ہے باندی نہیں بنائی جائے گی یہ ظاہر الروایہ میں ہے۔

وفى رواية النوادر عن ابى حنيفة تسترق۔ اھ (فتح القدیر ص ۲۹۷ جلد ۳۔ والدر المختار ورد المحتار ص ۳۹۲ ج ۲)

اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نوادر کی روایت ہے کہ اسے باندی بنا لیا جائے گا۔

درمختار میں ہے۔

وحاصلها: انها بالردة تسترق وتكون فيئاً للمسلمين عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ ويشتريه الزوج من الامام او يصرفها اليه لو مصرفاً۔ اھ

روایت نوادر کا حاصل یہ ہے عورت مرتد ہو جائے تو وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باندی بنائی جائے گی اور وہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہوگی، شوہر اسے سلطان اسلام سے خرید لے

اور اگر وہ مال غنیمت کا مصرف ہو تو سلطان اسے بلا معاوضہ عطا کر دے۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص۱۹۵ ج ۳ البحر الرائق ص۲۳ ج ۳)

ہر دانشمند اپنے اہل وعیال کو اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے اور خلاف ورزی پر اس کے ساتھ تادیبی کاروائی کرتا ہے اور اگر کوئی بغاوت کر بیٹھے تو اس کی سرزنش میں کوئی دریغ نہیں کرتا ورنہ کسی بھی قوم کی تہذیب اور اس کا تشخص برقرار نہ رہے گا، اسی طرح اسلام نے بھی اپنے ماننے والوں کی اصلاح کے لئے ممکن تدابیر اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، ورنہ جہاں میاں بیوی میں کچھ اَن بَن ہوئی عورت اپنے مذہب سے بغاوت کا علم بلند کر دے گی، اس لئے نہیں کہ دوسرا مذہب مذہب اسلام سے اچھا ہے بلکہ صرف اپنے شوہر کو جلائے اور اس کی ضد میں نکاح سے رہائی کے لئے یہ حیلہ اختیار کرے کہ وہ وہابی یا دیوبندی ہو جائے۔

الغرض یہ امر تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک ہندوستان ہی نہیں دنیا کے کسی بھی خطے میں اب دونوں روایتوں پر عمل نہیں ہو سکتا۔ نہ تو عورت کو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو باندی بنایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مشائخ بلخ وسمرقند کے مذہب مختار کے مطابق فتویٰ دیا کہ اب عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا اور احکام شریعت جلد دوم ص۵۹ اور ص۶۰ میں اس کی دلنشین انداز میں وضاحت بھی فرما دی، اور خود فتاویٰ رضویہ جلد اول میں بھی ـــــ جہاں سے اس دیوبندی ایڈیٹر نے یہ مسئلہ نقل کیا ہے ـــــ ضمنی طور پر اس کی علت بیان فرما دی ہے اور اس کو اتنا واضح تو کر ہی دیا ہے کہ قاری میں کچھ بھی انصاف کی خو، بو ہو تو وہ مصلحت شرعیہ سے لبریز اس فتوے کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ فرماتے ہیں۔

" اسی وجہ سے میں نے بار بار یہ فتویٰ دیا ہے کہ مسلمان کی

عورت مرتد ہو جائے تو بھی اس کا نکاح فسخ نہ ہوگا کیونکہ میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ وہ نکاح ختم کرنے کے لئے مرتد ہونے میں بڑی دلیری وجسارت کے ساتھ جلدی کرتی ہیں اور ہمارے بلاد میں نہ ان کو باندی بنانا ممکن ہے، نہ ہی اسلام قبول کرنے کے لئے انھیں کوڑے مارنا اور مجبور کرنا ہمارے بس میں ہے۔ میں نے اپنے فتاویٰ کے کتاب السیر میں اسے کھول کر بیان کر دیا ہے۔"

(عربی سے ترجمہ) فتاویٰ رضویہ ص۳۹۳ و ص۳۹۴ ج ۱)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جس پس منظر میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے اس میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ اس حقیقت کو بھی اجاگر کر دیا ہے کہ یہ مذہب سے انحراف نہیں ہے، بلکہ مذہب کے قواعد عامہ کے عین موافق ومطابق ہے۔

میں اس مقام پر پہنچ کر یہ سوچتا ہوں کہ آخر شاخسانہ نویس نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی آڑ میں فقہائے حنفیہ پر یہ کیچڑ کیوں اچھالی ہے اور ارتداد کا دروازہ بند کرنے پر یہ اس طرح آپے سے باہر کیوں ہو رہے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ اپنی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کتبہ
محمد نظام الدین الرضوی
خادم الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور
۱۱ر رجب ۱۴۱۰ھ

اذان خطبہ کہاں ہو؟
دائرۃ البرکات
اثبات ایصال ثواب
دائرۃ البرکات
تحقیقات
دائرۃ البرکات
اشرف السیر
دائرۃ البرکات
اسلام اور چاند کا سفر